اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

معراجِ رسول کی صلی اللہ علیہ وسلم معلومات پر لاجواب کتاب

سلسلہ نمبر ۱۲۰

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلف: حضرت علامہ قاضی غلام محمود ہزاروی علیہ الرحمۃ

زیر سرپرستی: غزالیٔ سندھ حضرت علامہ قاری عبد الرزاق صاحب

باہتمام: عبد العزیز نقشبندی صدر جماعت اہلسنت پاکستان ضلع حیدر آباد

تعداد ۱۱۰۰ سو   تاریخ اشاعت مئی ۹۹ء

جماعت اہلسنت پاکستان ضلع حیدر آباد

جامع مسجد مائی خیری فقیر کا پڑ حیدر آباد

اعجاز الکتابت کھوکھر محلہ نزد لاکھا مسجد حیدر آباد

سلسلہ نمبر ۱۲۰ کے معاونین مئی ۹۹ء

حاجی محمد رفیق صاحب	حیدرآباد	۵۰۰	تعداد ۱۰۰ اسو
میمن جویلرز	"	۱۰۰	
باب الدین روشن مارکیٹ	"	۱۰۰	
عبدالواحد میمن سلسلہ نمبر ۱۱۸ نمبر ۱۱۹، نمبر ۱۲۰، نمبر ۱۲۱	"	۸۰۰	
مرزا محمد اسلم صاحب	"	۲۰۰	
چوہدری محمد فاروق	لاہور	۱۰۰	
احمد یار	فیصل آباد	۱۰۰	
کل میزان آمد	--	۱۹۰۰	
سابقہ	--	۴۵	
کل میزان	--	۱۹۴۵	
رجسٹر نمبر ۲ سے لئے	--	۲۳۰۰	
کل اخراجات	--	۴۲۴۵	
کل اخراجات	--	۴۱۵۰	
حاضر بیلنس	--	۹۵	

اپیل

اشاعت نمبر ۱۲۲ کے لئے مالی تعاون کی اپیل ہے

جاریکردہ
عبدالعزیز نقشبندی
صدر جماعت اہلسنت پاکستان ضلع حیدرآباد

بیرون حضرات ۸ روپے کے ڈاک ٹکٹ بر طلب فرمائیں

جماعتِ اہلسنّت پاکستان جامع مائی خیری مسجد فقیر کا پڑ حیدرآباد

اعجاز الکتابت کھوکھر محلہ حیدرآباد۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

معراج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معلومات پر

لاجواب کتاب

سلسلہ نمبر ۱۲۰

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلف حضرت علامہ قاضی غلام محمود ہزاروی علیہ الرحمۃ

زیر سرپرستی غزالی سندھ حضرت علامہ قاری عبد الرزاق صاحب

باہتمام: عبد العزیز نقشبندی صاحب
صدر جماعت اہلسنت پاکستان
ضلع حیدر آباد۔

تاریخ اشاعت مئی ۱۹۹۹ء

تعداد ۱۱۰۰

جماعت اہلسنت پاکستان ضلع حیدر آباد

جامع مسجد مائی خیری فقیر کا پڑ حیدر آباد

محبِ رسول حضرت شاہ عبدالقادر قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کا ہدیۂ نعت

بحضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام

نعت سے اُس شاہ کی عاجز میری تقریر ہے
جا بجا جس کی صفت قرآں میں خود تحریر ہے

ہے نبوت آپ کی سب انبیاء سے پیشتر
حکمتِ حق سے ظہور انبیاء میں تاخیر ہے

ہر کتابِ آسمانی ہے مبشر آپ کی
ہر نبی سے خیر مقدم کی ہوئی تشہیر ہے

راز دارِ کنتُ کنزاً تاجدارِ ما رمیت
اس سے مشتِ خاک، کفار کی تدبیر ہے

نعتِ شاہِ دیں میں آنا مدحِ اہلِ بیت کا
عاشقوں کے حق میں لذت بخشِ قند و شیر ہے

فاطمہ تو بضعۃ منی ہے ارشادِ رسول
جز کو غیرِ کل سمجھنا وہم کی تزویر ہے

بابِ علمِ نبی مولا علی ہیں بالیقین
اُن کی ہر تقریر قرآں کی تفسیر ہے

راکبِ دوشِ نبی ہیں حسن و حسین
واہ واہ نورٌ علیٰ نور اُن کی کیا تنویر ہے

دیکھو شانِ کبریا تیروں کا باراں ہے اُدھر
اور اِدھر اللہ اکبر نعرۂ تکبیر ہے

دیکھو شاہِ کربلا نے دے دیا سجدے میں سر
ایسی واسجد واقترب کی کس نے کی تفسیر ہے

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار
وہ خدا کا شیر، شاہِ دیں کی شمشیر ہے

ہے محبِ اہلِ بیت و مخلصِ اصحابِ پاک
یہ فقیرِ قادری بھی واہ خوش تقریر ہے

بذبانِ قبلہ حافظ مفتی عزیز احمد قادری بدایونی مدظلہ العالی

درسِ حدیث شریف

از: رئیس العلماء حضرت علامہ قاضی غلام محمود ہزاروی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا رب صلِّ وسلّم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لقد رأیتنی فی الحجر وقریش تسألنی عن مسرای فسألتنی عن اشیاء من بیت المقدس لم اثبتھا فکربت کربا ما کربت مثلہ فرفعہ اللہ لی انظر الیہ ما یسألونی عن شیٔ الا انبأتھم۔ [1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔
میں نے اپنے آپ کو حطیم میں دیکھا جبکہ قریش مجھ سے میرے سفر معراج کے متعلق سوالات کر رہے تھے، تو انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی ایسی چیزوں کے متعلق سوالات کئے جو مجھے یاد نہ رہی تھیں، تو میں اتنا غمگین ہوا جتنا کبھی نہ ہوا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے اسے

---

[1] : بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۴۸ مسلم جلد ۱ صفحہ ۹۶

(بیت المقدس کو) کر دیا کہ میں اُسے دیکھ رہا تھا ، تو وہ کسی بھی چیز کے متعلق مجھ سے پُوچھتے تھے تو مگر میں اُنہیں بتا دیتا تھا "

شرح حدیث

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے معراج کی صبح کو اپنی معراج کا اعلان کیا جبکہ آپ حطیم کعبہ میں تھے تو مشرکین مکّہ نے مجھ سے سوالات شروع کئے۔ اور کہا کہ عرش و کرسی کی باتیں جو آپ بیان کر رہے ہیں ان کی تو ہم کو خبر نہیں البتہ بیت المقدس ہم نے دیکھا ہوا ہے وہاں کی نشانیاں آپ ہم کو بتائیں "۔ مثلاً یہ کہ بیت المقدس میں ستون کتنے ہیں، سیڑھیاں کتنی ہیں، منبر کس طرف ہے [1]، اور ظاہر ہے کہ یہ چیزیں تو بار بار دیکھنے پر بھی یاد نہیں رہتیں تو ایک بار دیکھنے سے یاد کیسے رہتیں، اور پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا یہ ارشاد فرمانا کہ۔

" مجھے شدید غم لاحق ہوا "

یہ غم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے متعلق نہ تھا بلکہ کفّار کے متعلق تھا کہ اگر میں نے بیت المقدس کی نشانیاں بیان نہ کیں تو یہ میری معراج نہ مانیں گے اور کافر ہی رہیں گے جس کے نتیجے میں ہمیشہ جہنّم میں ہی رہیں گے، تو اس قسم کا غم بھی عبادت ہے۔ مُلّا علی قاری مکّی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ۔

فرفعہٗ اللّٰہ لی انظر الیہ امی بیت المقدس (لی) ای لاجلی، انظر الیہ" حال " والمعنیٰ رفع الحجاب بینی وبینہٗ لانظر الیہ واُخبر الناس، بما اطلعت علیہ [2]

---

[1] : یہی وجہ ہے کہ رب تعالیٰ نے اس معراج کے دو حصّے کئے مکّہ سے بیت المقدس تک، اور پھر وہاں سے عرش کے آگے تک تاکہ لوگ اس حصّہ معراج کو دلائل سے معلوم کرلیں۔

[2] : مرقات شرح مشکوٰۃ جلد نمبر ۱۱ صـ ۱۵۷

"یعنی اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میری وجہ سے اُٹھا کر میرے سامنے کر دیا اور میں اُسے دیکھ رہا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ میرے اور اُس کے درمیان حجاب اُٹھا دیا تاکہ میں اُسے دیکھ سکوں اور لوگوں کو وہ باتیں بتاؤں کہ جن پہ میں مطلع ہُوا۔"

واضح رہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام پر کبھی تو بسط کی حالت ہوتی ہے تو وہ دُنیا کے ذرہ ذرہ کو دیکھتے ہیں، اُس کی خبر رکھتے ہیں، اور کبھی قبض کی حالت ہوتی ہے۔ جب اپنے آپ سے بھی بے خبر ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث اُس حدیث کے خلاف نہیں جسمیں فرمایا گیا ہے کہ:

"رأیتُ مشارقَ الارض ومغاربھا" یعنی میں نے زمین کا مشرق و مغرب دیکھ لیا"۔ ہاں یوں کہیئے کہ بعض اوقات توجہ کلیتہً خالق ہی کی طرف ہوتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ۔

ایک رات کو سحری کے وقت حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم کون ہو۔ میں نے عرض کیا کہ" عائشہ، فرمایا کون عائشہ، میں نے عرض کیا ابوبکر کی بیٹی، فرمایا کون ابوبکر" تو میں سامنے سے ہٹ گئی کہ یہ کچھ اور ہی وقت ہے"۔

بہر حال حدیث زیرِ تشریح کے الفاظِ مذکورہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے علم کی نفی نہیں ہوتی۔ کیونکہ کسی وقت کسی چیز کی طرف توجہ کا نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ وہ چیز علم میں آتی ہی نہیں۔ بلکہ اگر زیادہ غور کیا جائے تو اس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی شان رفیع کا پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے قبلہ اوّل بیت المقدس کو اُٹھا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے سامنے تو کر سکتا ہے لیکن اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو غمگین نہیں دیکھنا چاہتا۔ نیز

اگر فوراً ہی فر فر بتا دیتے تو احتمال تھا کہ کہا جاتا کہ کسی سے سُن سُن کر ازبر کر لی ہونگی لیکن معمولی سے توقف کا پیدا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ بلا شبہ دیکھ کر ہی بتا رہے ہیں ۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ اس حدیث شریف سے جسمانی معراج ثابت ہوتی ہے ۔ کیونکہ اگر خواب کا واقعہ ہوتا تو جھٹلانے کی کیا ضرورت تھی جیسا کہ حدیث میں ہے ۔ " لما کذبنی قریش " یعنی جبکہ قریش نے مجھے جھٹلایا ۔[1]

مایہ ناز محدث علامہ ملّاں علی قاری فرماتے ہیں کہ ۔

" والحق الذی علیہ اکثر الناس و معظم السلف و عامۃ المتأخرین من الفقہاء والمحدثین والمتکلمین انہ اسری بجسدہ " [2]

" یعنی معراج شریف کے بارے میں وہ حق بات کہ جس پر جمہور اہل اسلام اور اکابر سلف صالحین اور متأخرین میں سے اکثر فقہاء محدثین اور متکلمین قائم ہیں ۔ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی ہے "

لیکن افسوس کہ سر سید علی گڑھی وغیرہ نے معراج جسمانی کا بڑے زور و مد سے انکار کیا ہے ۔ دیکھئے مقالات سر سید صفحہ ۲۰۶ وغیرہ ، اب ہم یہاں پر معراج جسمانی کے مزید کچھ دلائل لکھتے ہیں ۔

معراجِ جسمانی کے مزید دلائل

اوّلاً :- لفظِ معراج عُروج سے لیا گیا ہے جسکے معنی ہیں " اُوپر کو چڑھنا "

---

[1] :- بخاری شریف جلد نمبر ا صفحہ ۵۴۸ ، مسلم جلد ا صفحہ ۹۶ نیز فتح القدیر للشوکانی ، ج ۲ صفحہ ۳۵ ، خفاجی شرح شفا ، ج ۲ صفحہ ۶ ، الیواقیت والجواہر ، ج ۲ صفحہ ۳۰ ۔

[2] :- مرقات جلد ۱۱ صفحہ ۸ ۔

قرآنِ مجید میں ہے "تعرج الملائکۃ والروح" الآیہ یعنی "فرشتے اور رُوح اُوپر کو چڑھتے اور عروج کرتے ہیں"۔ اور معراج اسم آلہ ہے مفعال کے وزن پر، سیڑھی کے معنے ہیں، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے اس سفر شریف کو لفظِ معراج سے تعبیر کرکے یہ بتلانا متصوّر ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا یہ سفر جسمانی اور بیداری میں تھا جیساکہ سیڑھی مادی اور جسمانی ہوتی ہے۔

ثانیاً: جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جسمانی معراج کے وقوع کی دلیل پوچھی گئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "جو خدا حضرت جبرائیل علیہ السّلام کو ہزار بار آسمان سے زمین پر اُتار سکتا ہے، وہی خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی تعالیٰ علیہ وسلّم کو زمین سے آسمان پر لے جا سکتا ہے"۔

امام فخر الدین الرّازی اس قولِ صدّیقی کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ "اگر جسم کثیف[1] کا اپنے ارضی (زمینی) مرکز سے عالمِ سماوی میں جانا ناممکن ہے، تو جسم لطیف کا اپنے سماوی مرکز سے عالمِ دُنیا میں آنا کیونکر ممکن ہوگا، تو جو شخص جسمانی معراج کا اِنکار کرتا ہے وہ حضرت جبرائیل علیہ السّلام کے آسمانوں سے زمین پر اُترنے کا لازماً اِنکار کر رہا ہے۔ کیونکہ جو خدا تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اسکے ملکوتی مرکز سے دوسرے عالم (ناسوتی مرکز) میں بھیج سکتا ہے وہی قادرِ مطلق اپنی قدرتِ کاملہ سے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو اس دنیاوی مرکز سے سماوی مرکز میں بھیج سکتا ہے"[2]۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص قرآن کے نزول کا قائل ہے وہ معراج

[1] حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم شریف کو کثیف بولنا محض ظاہر بینوں کے لحاظ سے ہے ورنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی لطافتِ مبارکہ سے کسی کی لطافت زیادہ ہو سکتی ہے۔

[2] تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۲۳۵

جسمانی کا انکار نہیں کر سکتا کیونکہ جو شخص عالم بالا سے عالم سفلی میں ملائکہ کے نزول کا قائل ہے وہ عالم سفلی سے عالم بالا میں حضور سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عروج شریف کا بھی ضرور قائل ہو گا۔

ثالثاً :۔ معراج جسمانی پر بڑی خاص دلیل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شب معراج مکہ والوں کے سفر میں گئے ہوئے قافلوں سے ملاقات کرنا اور ان کے متعلق صحیح صحیح خبریں دینا ہے۔ معراج کی رات قافلوں کے حالات پر مشتمل احادیث کو بہت سے علماء کرام نے کہیں طول اور کہیں اختصار کے ساتھ مختلف عبارات میں بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ تفسیر کشاف جلد ۲ صفحہ ۳۵۱، تفسیر روح البیان جلد ۲ صفحہ ۴۰۶، سیرت حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۴۲۱، مدارج النبوت، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جلد ۱ صفحہ ۲، خصائص کبریٰ للسیوطی، جلد ۱ صفحہ ۱۸۰، معارج النبوت جلد ۳ صفحہ ۹۹، زرقانی شرح مواہب اللدنیہ، ج ۲ صفحہ ۱۹۲ وغیرہ سے یہ مضمون اخذ کیا جا رہا ہے تو واضح ہو کہ اس بارے میں دو روایات ہیں ایک روایت یہ ہے کہ یہ تین قافلے تھے اور دوسری روایت یہ ہے کہ یہ قافلہ تو ایک ہی مگر اس کے حصے تین ہو گئے تھے، اور وہ دوران سفر ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے تھے "مواہب اللدنیہ" وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب **حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو (کفار مکہ کو) بیت المقدس کے نشانات بتلائے تو کفار حیران ہو کر کہنے لگے کہ جو کچھ آپ نے بتایا ہے سب درست ہے لیکن یہ احتمال ہے کہ آپ نے کسی ایسے شخص سے سن کر یاد کر لیا ہو جو وہاں گیا ہو اور بیت المقدس کی علامات سے باخبر ہو۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اس سے زیادہ واضح ثبوت کون سا ہو سکتا ہے جس سے تمہیں میری صداقت کا یقین ہو سکے، کہنے لگے، اَخبِرنا عن عِیرِنا ھل لقیت منھا شیئاً** [1]

---

[1]:۔ سیرت حلبیہ

"یعنی آپ ہم کو ہمارے قافلہ کے حالات سے مطلع کیجئے کہ آپ کی ان میں سے کسی کے ساتھ ملاقات ہوئی ہے؟"

الف: فرمایا ہاں میں فلاں قبیلے کے قافلہ پر مقام روحاء میں گزرا، ان لوگوں کا اونٹ گم ہو گیا تھا اور وہ اُسے تلاش کر رہے تھے۔ تو میں اُن کے پڑے ہوئے سامان کی طرف آیا وہاں کوئی بھی موجود نہ تھا، پانی کا ایک پیالہ وہاں رکھا ہوا تھا میں نے اُسے پی لیا، اور پھر اس کو سرپوش (ڈھکن) سے ڈھک دیا۔ اب وہ قافلہ بدھ کے دن سورج غروب ہوتے ہوتے یہاں پہنچ جائے گا۔ پھر تم لوگ اس سے دریافت کر لینا کہ جب وہ اپنا گم شدہ اُونٹ تلاش کر کے واپس آئے تھے تو انہوں نے اپنے بھرے ہوئے پیالے کو پانی سے خالی پایا تھا یا نہیں؛ نیز یہ بھی پوچھنا کہ جب تم اُونٹ کی تلاش میں سرگرداں تھے اور تم کو کسی نے پکار کر کہا تھا کہ تمہارا اُونٹ فلاں جگہ پر ہے، اور تم حیران ہو کر کہنے لگے تھے کہ ملک شام میں یہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی آواز کیسے آگئی ہے۔ مگر جب تم نے اُس آواز پر عمل کیا تو پھر تم کو اپنا کھویا ہوا اُونٹ مل گیا تھا یا نہیں۔ قریش نے کہا ہاں! یہ تو ٹھیک ہے کہ یہ بڑی نشانی ہے۔

ب: پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ فلاں قبیلے کے قافلے پر مقام ذی مروہ پر میرا گزر ہوا جن کے دو آدمی ایک ہی اونٹ پر سوار تھے، تو ان کا اونٹ براق کی تیز رفتاری سے بھاگا جس کی وجہ سے وہ دونوں سوار گر گئے اور ان میں سے فلاں شخص کی کلائی ٹوٹ گئی ہے۔ اب بدھ کے روز ٹھیک دوپہر کو وہ قافلہ یہاں آ کر پہنچ جائے گا۔ پھر تم اُن دونوں شخصوں سے دریافت کر لینا، کہنے لگے بہت اچھا۔ یہ نشانی بھی اچھی ہے۔

ج: پھر اُن لوگوں نے ایک اور قافلے کے بارے میں آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس قافلے پر مقام تنعیم پر گزرا ہوں، انہوں نے کہا کہ اس قافلے کی پوری تفصیل سے آگاہ کیجئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ قافلہ فلاں قبیلے کا ہے اس کے آگے آگے خاکستری رنگ کا اونٹ چلا جا رہا تھا، اور اس پر دو دھاری دار بوریاں غلہ کی لدی ہوئی تھیں، اور اس پر ایک سیاہ حبشی غلام سوار ہے۔ اور فلاں شتر سوار کو سردی لگی تو وہ اپنے غلام سے کمبل مانگ رہا تھا اور وہ قافلہ بہت قریب آگیا ہے۔ چنانچہ صبح سورج طلوع ہوتے وقت وہ یہاں پہنچ جائے گا۔ پھر جب وہ لوگ آجائیں تو ان سے بھی بتلائی نشانیاں دریافت کر لینا وہ کہنے لگے کہ بے شک یہ تیسری نشانی بھی خوب ہے"۔ ا

قافلوں کی آمد

ہر قافلہ کے متعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اوقات مقرر فرما دیئے تھے

اب ان مقررہ اوقات میں قافلوں کی آمد کی تاک میں کچھ آدمی بٹھا دیئے گئے۔ جن کی تشریح لف ونشر غیر مرتب کے طور پر تحریر کی جاتی ہے یعنی جس قافلہ کا ذکر بیانِ سابق میں اوّلاً تھا وہ تو آخر میں اور جو آخر میں بیان ہوا تھا اس کو پہلے ذکر کیا جا رہا ہے۔

الف:- چنانچہ طلوعِ آفتاب سے پہلے کچھ لوگ کُدی پہاڑی پر آبیٹھے اور قافلہ کا انتظار کرنے لگے اور کچھ لوگ سورج کے انتظار میں مقرر کر دیئے گئے تاکہ وہ اس کے نکلنے (طلوع) پر خصوصی نظر رکھیں اب ہوا یہ کہ قافلہ ابھی دور ہی تھا اور سورج اس کی آمد سے پہلے ہی طلوع ہونے والا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا تاکہ ایک طرف تو یہ مقرب فرشتہ سورج کو قافلہ کی آمد سے پہلے طلوع ہونے سے روکے رکھے اور طلوع نہ ہونے دے، اور دوسری طرف زمین کی اس مسافت اور

بعد دوری کو سمیٹ دے تاکہ سورج کے کنارے کے زمین سے برآمد ہونے تک قافلہ بھی اپنا سفر طے کر کے مکہ پہنچ جائے ، تاکہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منہ سے نکلی ہوئی بات سچی ثابت ہو جائے ۔ [1]

اب اچانک ان مقرر کردہ آدمیوں میں سے ایک نے پہنچ کر کہا کہ لو یہ دیکھو سورج نکل آیا۔ تو دوسرے نے کہا ہاں لیجیے دیکھیے وہ قافلہ بھی آگیا [2] تو خاکستری رنگ کا وہ اونٹ جس پر دو دھاری دار بوریاں لدی ہوئی تھیں واقعی اس قافلے کے آگے آگے تھا ، اسکے بعد ان دوسری نشانیوں کی تحقیق کی گئی تو بلا کم و کاست بقیہ اسی طرح پایا جس طرح کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا۔

ب : پھر دوپہر کو ایک بڑی جماعت اس پہاڑی پر آئی اور قافلہ کی تاک میں رہنے لگی چنانچہ عین دوپہر کے وقت وہ دوسرا قافلہ پہنچ گیا ، جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی آمد کے بارے میں خبر دی تھی۔

اب ان کا اونٹ جب پہنچا تو جو شخص گرا تھا اس کا ہاتھ کلائی سے واقعی ٹوٹا ہوا تھا ، اس نے بتایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سچ کہتے ہیں کہ جنگل میں بجلی کی طرح وہ ہم پر گزرے تھے ، جس سے اونٹ بدکا ، اچھلا ، کودا جس کے نتیجے میں میں اس پر سے گر پڑا ، [3]

ج : غروب کے وقت تیسرے قافلہ کی تاک میں لوگ بیٹھ گئے۔

اب سورج غروب ہونے کے بالکل قریب پہنچ چکا تھا لیکن جس قافلے کی آمد کی خبر دی گئی تھی وہ ابھی نہ پہنچا تھا۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو سورج غروب ہونے سے روک دیا گیا ، پھر جب وہ

---

[1] :۔ معارج النبوت فارسی جلد ۳ صفحہ ۱۹۹۔ [2] :۔ تفسیر کشاف جلد ۲ صفحہ ۴۳۵
[3] :۔ معارج النبوت جلد ۳ صفحہ ۱۹۹

قافلے والے لوگ پہنچے، تو پھر سورج غروب ہوا[1]

پھر ان لوگوں سے برتن سے متعلق تحقیقات کی گئی تو انہوں نے بتایا کہ ہم نے پیالہ میں پانی بھر کر اوپر سے ڈھکنا دیدیا تھا، لیکن جب ہم واپس آئے تو پیالہ ڈھکنے سے اسی طرح بند تھا مگر اس میں پانی نہ تھا پھر اُن لوگوں نے بتایا کہ واقعتاً اُونٹ بھاگ گیا تھا اور ہم نے اس وادی میں ایک آواز بھی سُنی تھی جس نے اس جگہ کی نشاندھی کی گئی تھی جہاں اونٹ موجود تھا۔ چنانچہ جب ہم اُس آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس بتائی ہوئی جگہ پر پہنچے تو ہم نے بلاشُبہ اپنے اُونٹ کو پالیا تھا،

سوال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں کا پانی بلا اجازت کیوں استعمال فرمایا تھا، ؟

جواب دوسرے شخص کیلئے پانی کا پینا عرب کے رواج میں جائز تھا جیسا کہ دُودھ کا پینا ہر راہ چلنے والے مسافر کے لئے مباح تھا[2]

یہودی کا مسلمان ہونا روایت ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج شریف سے واپس تشریف لائے تو اسی روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر سے باہر گئے تو ایک کنیز کو دیکھا کہ وہ آٹے کا مشکیزہ (چمڑے کا تھیلا) کندھوں پر اُٹھائے ہوئے روتی چلی جارہی تھی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ میں فلاں شخص کی کنیز ہوں مجھے اس نے چکی پر دانے پسوانے بھیجا تھا، لیکن چونکہ میں بیمار ہوں مجھے دیر ہوگئی ہے اس لئے اب ڈر لگتا ہے کہ وہ مالک مجھ پر ناراض ہوگا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

[1]: مدارج النبوت ج ۱ ص ۱۴۳، خصائص کبریٰ جلد ۱ ص ۱۸۰ [2]: روح البیان شریف جلد ۲ ص ۴۰

آٹے کا مشکیزہ (تھیلا) اس سے لے کر اپنے دوشِ مقدس (مبارک کندھے) پر اُٹھایا اور اُس کنیز کو ہمراہ لے کر اُس یہودی کے دروازے پر پہنچے جو اس کا مالک تھا اور دروازے پر دستک دی، تو یہودی باہر آیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے عرض کرنے لگا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم آج کس طرح یہاں تشریف لاتے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کنیز کی تکلیف کا قصّہ سناتے ہوتے اس کی طرف سے سفارش فرمائی یہ بات سُن کر وہ یہودی کہنے لگا کہ کیا آج رات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو معراج ہوئی ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ مگر تجھے کس طرح پتہ چلا ہے چنانچہ وہ یہودی چلا گیا اور اپنے تمام قبیلے کو اکٹھا کر کے ہمراہ لایا اور توراۃ میں سب کو پڑھ کر سنایا کہ نبیّ آخرالزّماں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی معراج کی نشانی یہ ہے کہ رات اُنہیں معراج ہو گی اور اُس سے اگلی صبح کو وہ ایک کنیز کا مشکیزہ (تھیلا) اُٹھا کر یہودی کے پاس اس کی طرف سے سفارش کرے گا۔ یہ سُن کر یہودیوں کو یقین ہو گیا تو سب بیک زبان کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رّسول اللّٰہ۔ پڑھ کر ایمان لے آتے۔[1]

وفی هٰذہ القصّۃ نظرٌ لان المعراج کان من مکّۃ والیہود کانوا فی المدینۃ فتأمّل،

واضح ہو کہ معراج جسمانی کے دلائل ابھی ختم نہیں ہوتے اور اگر پورے لکھے جائیں تو ایک کتاب تیار ہو جاتے۔ اب میں یہاں پر معراج جسمانی پر صرف ایک اعتراض اور اس کا جواب عرض کرتے ہوتے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔"

سوال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: ما فقدتُ جسد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم لیلۃ المعراج۔"

[1] معارج النبوت جلد ۳ صفحہ ۲۱۲

"معراج کی رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسم گم نہیں پایا تھا"

جواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج ۱۲ نبوی میں ہوئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی مبارکہ ہجرت کے بعد ہوئی، اب ظاہر ہے کہ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دولت کدہ میں موجود ہونا بعید ہے۔ لہذا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کسی اور معراج کا تذکرہ فرما رہی ہیں، کتابوں میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چونتیس ۳۴ دفعہ معراج ہوئی ہے جن میں سے ایک بار جسمانی معراج اور باقی سب روحانی ہیں [1]

وصلی اللہ تعالیٰ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

والحمد للہ رب العالمین۔

الرقوم بتاریخ ۲۷ جمادی الاول ۱۴۱۱ھ

بمطابق ۱۶ دسمبر ۱۹۹۰ء

ل ۱ ۔ الیواقیت والجواہر جلد ۲ صہ ۳۵ ، مدارج النبوت جلد ۱ صہ ۱۵۷

فلسفۂ معراج

از: رئیس العلماء حضرت علامہ قاضی غلام محمود صاحب ہزاروی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چونکہ اللہ تعالیٰ کے کاموں میں بہت سی حکمتیں، اور رموز و اسرار کار فرما ہوتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کی معراج کے فلسفہ میں بھی بہت سی روایات ہیں۔ چنانچہ بہت سے علماء کرام حضور علیہ السلام سے معراج کے بارے جانتے ہیں کئی حکمتیں بیان کرتے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں۔

حکمت نمبر ۱ "قصیدۃ البردہ" للشیخ البوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرح "عصیدۃ الشہدۃ" میں العلامہ عمر بن احمد الخرپوتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

ثم اعلم ان ھذا البیت والبیت الذی قبلہ اشارۃ الی حکمۃ معراج رسول اللہ علیہ السلام وھو انہ اختصم الملاء الاعلیٰ وتناظروا فی اربع مسائل مقدار الف سنۃ ولم یوفقوا لحلھا فلما بعث نبینا علیہ السلام علموا ان ھذہ المشکلات انما تنحل منہ علیہ السلام الخ۔

یعنی ان دونوں شعروں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معراج شریف کی حکمت کی طرف اشارہ ہے۔ اور وہ یہ کہ چار ہزار سال سے بڑے درجے کے فرشتوں کی مجلس میں چار مسائل پر بحث ہو رہی تھی

لیکن وہ اس کو حل نہ کر سکے پھر جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہوئی تو ان فرشتوں کو یقین ہوا کہ یہ مشکل مسائل آپ ہی سے حل ہو سکیں گے، تو اُن سب فرشتوں نے اپنی مشکل کشائی کے لئے بارگاہ الٰہی میں نیازمندی اور زاری سے استدعا کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی طرف بلایا اور "قاب قوسین" اور "اَوْ اَدْنٰی فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی" کے مقام سے مشرف فرمایا، اور وہاں جو وحی ہوئی اس میں سے ایک یہ ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ۔

میں نے اپنے رب کریم کو احسن صورت میں دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ کون سے مسائل ہیں جن میں بڑے مرتبے والے فرشتے بحث کر رہے ہیں، میں نے عرض کیا اے میرے ربّ، تو ہی جانتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اپنا بے مثل (قدرت کا) ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ اس کی ٹھنڈک کا اثر (فیضانِ خداوندی کا ظہور) میں نے اپنے سینہ میں پایا۔ اس کے بعد فرمایا اے پیارے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جانتے ہو کہ وہ کون سے مسائل ہیں۔ جن میں بڑے مرتبے والے فرشتے بحث کر رہے ہیں۔ (اور اُلجھے ہوئے ہیں اس کا حل نہیں پا سکتے) میں نے عرض کی۔ ہاں وہ (چار مسائل) کفّارات اور مُنجیات، درجات، اور مُہلکات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سچ کہا تو نے اے پیارے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ اے میرے فرشتو! اب تم نے اپنی مشکلات حل کرانے کا موقعہ پا لیا ہے۔ لہٰذا تم اپنے اشکال حل کرا لو۔ تو حضرت اسرافیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ۔

"کفّارات" کیا ہیں۔ یعنی وہ کون سے کام ہیں۔ جن کے سبب اللہ تعالیٰ بندوں کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وہ تین کام ہیں۔

ایک یہ کہ سخت سردی وغیرہ میں وضو کو مکمل کیا جائے، یعنی تمام اعضائے وضو پر پورے طور پر پانی پہنچایا جائے تاکہ وضو صحیح، کامل و مکمل ہو جائے تو ایک یہ کام گناہوں کی مغفرت کا موجب ہے۔

دوسرا یہ کہ نماز کو باجماعت ادا کرنے کی نیت سے پا پیادہ چل کر جانا

تیسرا یہ کہ ایک نماز کی ادائیگی کے بعد دوسری آنے والی نماز کے انتظار میں بیٹھنا۔

پھر میکائیل علیہ السلام نے عرض کی، کہ۔

"درجات" کیا ہیں، یعنی وہ کون سے کام ہیں جن سے انسان کے درجے بلند ہیں۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ۔

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے بھوکوں کو کھانا کھلانا، اور سلام کو لوگوں میں عام کرنا، یعنی واقف و ناواقف کو سلام کرنا۔ اور رات کے وقت نماز (نوافل) پڑھنا جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ:

"منجیات" کیا ہیں، یعنی وہ کون سے کام ہیں کہ جن پر عمل کرنے سے عذاب سے نجات ملتی ہے،

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ۔

وہ یہ کام ہیں ظاہری اور پوشیدہ حالات میں ہر طرح (اور ہمیشہ) اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنا، اور فقر و غنی (غریبی و مالداری) ہر دو حال میں میانہ روی اختیار کرنا، اور غصے و نرمی دونوں حالتوں میں یکساں عدل و انصاف کرنا۔

پھر حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ۔

مُہلکات ، کیا ہیں ، یعنی جن کاموں کے کرنے سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ۔

وہ تین کام ہیں ایک یہ کہ بُخل کی اطاعت کی جائے یعنی بُخل جسطرح حکم کرے اس پر عمل کرتا چلا جائے اور کنجوسی اختیار کئے رکھے ۔

دوسرا یہ ہے کہ خواہشِ نفسیاتی کی اتباع کی جائے ۔

تیسرا یہ کہ انسان اپنے آپ کو دوسروں سے اچھا گمان کرے ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میرے حبیب محمد مصطفےٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم) نے تمام سوالات کے جواب درست بیان فرماتے ہیں اور جو کچھ کہا وہ سب صحیح اور سچ کہا ہے ، له

کیا خوب کسی شاعر نے کہا ہے کہ ۔

وہ عقدہ ملائک حل نہ کریں کتنی مدت سال ہزاروں ہیں

وہ راز اُس کملی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم والے نے بتلا دیئے چند اشاروں میں

تشریحِ حدیث مذکورہ بالا حدیث شریف سے ہر صاحبِ فہم کو مندرجہ ذیل حکمتیں واضح نظر آتی ہیں ۔

اوّلاً ۱- اللہ تعالیٰ خود بھی براہِ راست فرشتوں کی مشکل حل فرما سکتا تھا مگر اللہ تعالیٰ دنیا والوں کو یہ بتلانا چاہتا ہے کہ میری بارگاہ میں ابلیس کی طرح ڈائریکٹ آنے کی جرأت نہ کرو بلکہ میرے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے وسیلہ عظمیٰ کے ذریعہ رسائی حاصل کیا کرو ۔

ثانیاً ؛ اللہ تعالیٰ خود بھی فرشتوں کی مشکل حل فرما سکتا تھا ، مگر منشائے ایزدی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان کا اظہار مقصود تھا ۔

له ؛ عقیدۃ الشہدۃ المعروف بہ خروپی شریف ص ۱۷۱ و بریقہ محمدیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد ۲ ص ۲۳

ثالثاً: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے ! اَنْتَ تَعْلَمُ۔ کہا
کہ تو ہی جانتا ہے اور پھر دوسری بار سب کچھ بتا دیا۔ اس سے ایک بہت
بڑا مسئلہ اور اشکال حل ہو گیا اور وہ یوں کہ جب نفی اور اثبات کے دلائل
میں تعارض ہو جاتے تو پھر نفی کو قبل العلم یا علم ذاتی پر محمول کیا جائے۔

حکمت نمبر ۲ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام متواتر تجلیاتِ الٰہی کے مشاہدہ کے باعث مقام شنید سے مقام دید تک پہنچ جائیں،
اور علم الیقین کی سرحد سے عین الیقین کی سرحد پر ترقی فرمائیں،
اور پھر حق الیقین کے زیور سے آراستہ و پیراستہ ہو جائیں۔

حکمت نمبر ۳ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت تمام کائنات پر ظاہر ہو جاتے، چنانچہ پہلے بیت المقدس میں امام
الانبیاء بنایا تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان انبیاء علیہم السلام پر
روشن ہو جاتے۔ اس کے بعد بیت المعمور میں فرشتوں کی امامت عطا ہوئی
کہ فرشتوں پر آپکی فضیلت متحقق ہو جائے۔

حکمت نمبر ۴ حضور علیہ السلام حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے اور محبوب کو فخر و نات و مکنونات پر اطلاع ہوتی ہے۔
دیکھئے یہ دنیا کے مجازی بادشاہ جب کسی بندے کو اپنی محبت سے سرفراز
و مخصوص کیا کرتے ہیں تو تمام خزانے اس کے سپرد کر دیا کرتے ہیں۔
اور تمام سلطنت اس کے زیرِ نگین کر دیا کرتے ہیں۔ تو ربّ العزت
جل شانہٗ نے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا حبیب بنایا
تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ممتاز کر کے زمین کے خزانوں پر مطلع
فرمایا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

زُوِیَتْ لِیَ الْاَرْضُ فَاُرِیْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا
(یا فَرَاَیْتُ الخ) یعنی زمین میرے لئے سمیٹی گئی تو

مجھے اس کے مشارق و مغارب دکھا دیئے گئے "۔

تشریح اس حدیث شریف میں "مشرق و مغرب" نہیں فر[illegible] بلکہ بصیغہ جمع "مشارق و مغارب" فرمایا۔ کیونکہ مختل[illegible] موسموں میں سورج کا مشرق و مغرب یعنی مقام طلوع و غروب بدلتا[illegible] ہے۔ مقصد یہ ہے کہ زمین کا ہر حصہ دکھا دیا گیا۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معراج کے لئے آسمان پر لے [illegible] تھی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ملکوت سماوی (آسمانی سلطنت) کی سیر فرمائی۔ اور آپ کو یہ اختیارات تفویض فرماتے گئے کہ جس کی[illegible] کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی شفاعت کی دولت سے شرف عط[illegible] فرمائیں گے وہ سعادتمند ہو جائے گا۔

حکمت نمبر ۵ پانچویں حکمت یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام وحی[illegible] تمام اقسام سے شرف پائیں اور اس کی (وحی کی) تم[illegible] اقسام سے افضل وہ جو کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ کے بغی[illegible] ہو اس لئے مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ: آیت آمَنَ الرَّسُولُ" حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ کے بغیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ سے سُنی تھی "۔

حکمت نمبر ۶ "تفسیر بحر الدُّرر" میں لکھا ہے کہ جب کائنات کا ج[illegible] عالم شہود میں ظاہر ہوا تو سب سے پہلے زمین نے فخر کیا اور کہا کہ میں اقوات حیوانات (حیوانات کی خوراک) کا معدن ہو[illegible] پھولوں اور پودوں کے اُگنے کی جگہ ہوں۔ میوہ جات کی پرورش کا مقا[illegible] ہوں۔ لطف ربانی نے: والارض فرشنٰھا (یعنی ہم نے زمی[illegible] کا فرش بچھایا ہے) کا فرش میرے بساط پر بچھایا ہے۔

آسمان نے کہا کہ خوب صورت ستارے میرے دم سے روشن[illegible]

وزینّٰها للنّاظرین ؛ (یعنی ہم نے زینت دے رکھی ہے آسمان
دیکھنے والوں کے لئے) کی زینت میرے وجود سے قائم ہے۔ وفی السّماء
رزقکم وما توعدون ہ (اور آسمان میں ہے تمہارا رزق اور وہ سب
جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے یعنی جو کچھ بھی تمہارا مقسوم ہے وہیں ہے)
غیر تناہی نعمتوں کی امانت میرے پاس موجود ہے۔
کرسی نے کہا: "وَسِعَ کُرسیّہُ السّمٰوٰتِ والارض" (گھیرے
ہوئے ہے اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو) کی آیت میری شان میں نازل
ہوئی ہے۔
لوح نے کہا کہ میں تو عشق اور اسرار محبت کا گنجینہ ہوں۔ اور اہل معرفت
کی روحوں کے لئے سکینہ ہوں، علوم غیبی کا مظہر اور حکم الٰہی کا منبع، اور
انوار قدسی کا مطلع ہوں۔
قلم نے کہا کہ میں رازدار "ن والقلم" کے حقائق سے ہوں۔
عرش نے کہا کہ میں رحمت رحمانی کی جلوہ گاہ ہوں، اور: الرّحمٰن
علی العرش استوی (یعنی رحمان عرش پر قائم ہے) کے ارشاد عالی
سے مجھے سرفراز فرمایا گیا ہے۔
تو ان سب کو اللہ تعالیٰ کا فرمان ذی شان ہوا کہ ہمارا ایک محبوب
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برگزیدہ ہے یہ تمہاری تمام عظمت اس کے سامنے
اس طرح ہے جس طرح سورج کے مقابلے میں ایک ذرّہ یا کہ دریا کی نسبت
ایک قطرہ، تو اس وقت تمام ارکان کائنات نے درخواست کی کہ اے
اللہ ہمارے وجود کو اس پاک ہستی کے مبارک قدم سے مشرّف فرما۔ تو
اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست کو قبول فرما کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام
کو اجرام فلکی (آسمانوں) پر بلند فرمایا ہے۔
حکمت ۷ : ایک یہ بھی حکمت ہے کہ تمام تر اشیاء حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے زیرِ قدم ہو جائیں، اور تمام کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی ذاتِ عالیہ سے نسبت کا فخر حاصل ہو اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو کسی چیز کی احتیاج نہ ہو۔

حکمت نمبر ۸ بشریت بشریت کی رٹ لگانے والے، نورانیتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم و حقیقتِ مجتبےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا انکار کرنے والے کہا کرتے ہیں کہ "دیکھئے ہم بھی کھاتے پیتے ہیں اور رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلّم بھی کھاتے پیتے تھے۔ ہم بھی زمین پر چلتے پھرتے ہیں اور وہ بھی اسی زمین پر چلتے پھرتے تھے جس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ بھی ہماری طرح بشر ہی تھے۔

مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو معراج کروا کر یہ بتا دیا کہ تمہارے کھانے پینے اور ان کے کھانے پینے، یونہی تمہارے چلنے پھرنے اور انکے چلنے پھرنے میں بہت بڑا فرق ہے کیونکہ تم اپنے کھانے پینے میں زمین کی پیدا کردہ خوراک کے محتاج ہو لیکن وہ اس کے محتاج نہیں، اور یونہی تم اپنے چلنے پھرنے میں زمین کے محتاج ہو لیکن وہ اِس کے محتاج نہیں کہ وہ تو آسمانوں اور عرش پر بھی چل پھر سکتے ہیں۔

حکمت نمبر ۹ معراج شریف کا سب سے بڑا فلسفہ یہ ہے کہ ہر نبی نے اللہ تعالیٰ کے وجودِ ہستی، واحدانیّت کی گواہی دی تھی لیکن کسی نے بھی اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہ تھا اب گروہِ انبیاء علیہم السلام میں ایک ہستی ایسی بھی تو ہونی چاہیئے جو خود اپنے سر کی آنکھوں سے اس کا دیدار کرے، اور اس دولت سے متمتع و بہرہ مند ہو تاکہ جملہ انبیاء علیہم السلام کی سمعی و شنیدہ گواہی کی انتہاء اس کی بصری اور دیدہ گواہی پر ہو۔

حکمت نمبر ۱۰ جب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ: میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں، تو فرشتوں نے عرض کیا

تھا کہ اے مولا! جس مخلوق میں مُفسِد اور خون ریز بھی ہوں گے۔ ہم جیسے اطاعت شعار اور کلی طور پر فرماں بردار طبقہ کی موجودگی میں اُن کو خلیفہ بنانے میں کیا راز پنہاں ہیں۔ تو اُس وقت فرشتوں کو سرِ دست اجمالی طور پر یہ جواب دیا گیا کہ اِنّیٓ اَعلَمُ مَا لَا تَعلَمُونَ ہ یعنی اِس کے پیدا کرنے میں حکمتیں اور نکات و فلسفے ہیں وہ میں ہی جانتا ہوں، تمہیں ابھی وہ حقائق معلوم نہیں ہیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ یہ اشارہ خصوصیت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجودِ مسعود با جُود کی طرف تھا پھر جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خلعتِ محبُوبی سے نوازا گیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معراج کروائی گئی۔ تو تمام فرشتوں خصوصاً ملاءِ اعلیٰ (بڑی شان والے فرشتوں) نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی محبت سے وابستہ ہونے پر فخر کیا۔

اس کو سمجھانے کے لیے یہ مثال عرض کی جاتی ہے کہ یوسف علیہ السلام کے عشق میں جب زلیخاں کے گرفتار ہونے کا شُہرہ ہوا تو پانچ سرکاری ملازموں کی بیویوں نے وہاں مصر میں ایک مقام پر بیٹھ کر اِس بارے میں یُوں گفتگو کی تھی کہ عزیزِ مصر کی عورت اپنے غلام پر فریفتہ ہو چکی ہے۔ جو کہ ہمارے نزدیک یہ اُس کی کُھلی غلطی ہے۔ پھر جب ان عورتوں کی اس گفتگو کا علم زلیخا کو ہوا تو زلیخا نے چالیس عورتوں کو دعوت دی جن میں یہ پانچ مذکورہ بالا عورتیں بھی شامل تھیں، اور اِن کے اعزاز میں کھانے کا اہتمام کیا۔ اور اس موقعہ پر پھل وغیرہ کاٹنے کی غرض سے ہر عورت کو ایک ایک چاقو بھی دیا۔ پھر عین اس موقعہ پر حضرت یُوسف علیہ السّلام کو وہاں اس مجلس میں بُلایا۔ تو آپ کے حسن وجمال کے مشاہدہ میں تمام عورتیں ہوش و حواس کھو بیٹھیں، یہاں تک کہ پھل کی بجائے اپنے ہاتھ کاٹ

ڈالے اور برملا پکار اٹھیں۔

مَا هٰذَا بَشَرًا ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ [1] یعنی اس کا جمال باکمال تو یہ بتا رہا ہے کہ یہ تو بشر ہے ہی نہیں بلکہ اپنی نورانی صورت کے لحاظ سے یہ تو کوئی باعزت فرشتہ معلوم ہوتا ہے" تو یونہی اللہ تعالیٰ نے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معراج کروا کر اور فرشتوں کو آپ کی زیارت سے بہرہ ور فرما کر اور آپ کے حسن و جمال و شان رفیع و باکمال کا مشاہدہ کروا کر ان کی زبانی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ ارفع و اعلیٰ کا اعتراف کروایا۔

معراج مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حکمتیں اور فلسفے تو ابھی اور بہت سے ہیں لیکن میں اب اسی پر اکتفا کرتے ہوئے رات کو معراج ہونے کی کچھ حکمتیں لکھوں گا۔

حکمت نمبر ۱۱ قصیدہ بردہ شریف کی عربی شرح "عصیدۃ الشہدہ" المعروف بہ خرپوتی شریف میں لکھا ہے۔

انما جعل لیلاً تمکیناً للتخصیص بمقام المحبۃ لانہ تعالیٰ اتخذہ علیہ السلام حبیباً وخلیلاً واللیل اخص زمان لجمع المحبین فیہ والراحۃ فی الخلوۃ متحققۃ باللیل [2] الخ۔

یعنی رات کو معراج کے لئے اس لئے مخصوص فرمایا گیا۔ کہ رات مقام محبت سے مخصوص ہے اور چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو اپنا حبیب اور خلیل بنایا ہے اور رات دوستوں کو جمع کرنے کے لئے بنائی گئی ہے اور مقام خلوت جو رات کو حاصل ہوتا ہے وہ دن کو حاصل نہیں ہوتا۔"

آگے فرماتے ہیں۔

---

[1] : پارہ ۱۲ ع ۱۴۔ [2] : خرپوتی شریف ص ۱۷۳۔

وقال بعض الفضلاء ولعل تخصیصہ باللیل : لیزداد الذین آمنوا ایماناً بالغیب ۔ الخ [1]

یعنی بعض فضلاء نے فرمایا ہے کہ معراج کا خاص طور پر رات کو ہونا اس لئے ہے تاکہ ایماندار لوگوں کے ایمان بالغیب (غیب پر اور بن دیکھے ایمان) میں زیادتی ہو جاتے، اور کافروں اور منکروں کی آزمائش میں اور زیادتی ہو جاتے، کیونکہ رات کے حالات بنسبت دن کے زیادہ پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اس لئے جو مان لیں گے ان کا ایمان بالغیب اور زیادہ ہو جائے گا، اور جو انکار کریں گے، ان کا کفر اور پکا ہو جائے گا۔ اور اس معراج کے قصہ سے صدیق اور زندیق میں امتیاز ہو جاتا ہے۔

مزید فرماتے ہیں۔

وقیل انہ افتخر النھار علی اللیل بالشمس الخ [2]

یعنی بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ ایک بار ترتیب دن نے رات سے کہا تھا کہ مجھے تجھ پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ مجھ میں سورج ظاہر ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رات کو اطمینان دلانے کے لئے دن کو خطاب ہوا کہ تجھے فخر نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اگر دنیا کا سورج تیرے اندر طلوع ہوتا ہے تو یہ بھی تو دیکھ کہ کائنات کے وجود اور ظہور کا سورج معراج کے موقعہ پر رات کے وقت آسمان پر جلوہ گر ہوا۔

مزید فرماتے ہیں۔

وقال بعض اھل المعارف حکمۃ انہ لما محی اللہ آیۃ اللیل [3] الخ۔

---

[1] : خرپوتی شریف ص۱۲۳۔ [2] : ایضاً ص۱۲۳
[3] : خرپوتی شریف ص۱۲۳

یعنی بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ رات کو معراج ہونے میں یہ حکمت ملحوظ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے رات کی نشانی مٹاوی یعنی اس کو دھندلا کر دیا اور دن کو روشن رکھا تو رات مغموم و پریشان تھی۔ بنابریں اللہ جل شانہٗ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رات کے وقت معراج کرائی تاکہ دن اور رات میں برابری ہو جاتے، اور رات کی غمگینی کا مداوا ہو جاتے، واضح ہو کہ رات میں معراج ہونے کی ابھی بہت سی مزید حکمتیں لکھنا باقی ہیں۔ لیکن سب چیزیں یہاں نہیں لکھی جا سکتیں۔ اس لئے اسی پہ اکتفا کرتا ہوں۔ اب رہی یہ بات کہ معراج مکہ مکرمہ سے ہوئی اور ہجرت سے قبل ہوئی۔ ہجرت کے بعد اور مدینہ منورہ سے کیوں نہ ہوئی۔ سو اس کی بھی کئی وجوہات ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ حصہ جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے۔ انوارِ معراجیہ سے خالی نہ رہ جاتے۔ وغیرھا من النکات۔

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفےٰ سے مجھے
کہ عالمِ انسانیت کی زد میں ہے گردوں سے

یوں تو معراج کے فلسفے کے سلسلے میں بہت سی باتیں لکھنا باقی ہیں۔ لیکن یہ چند باتیں اچانک ذہن میں آئیں جو کہ قارئین کی خدمت میں پیش کر دی ہیں۔ اب مخالفینِ اہلسنّت کے ایک اعتراض کا جواب دیا جاتا ہے جو یہ لوگ اکثر عوام النّاس کو پریشان کرنے کے لئے بیان کرتے رہتے ہیں۔

اعتراض بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ جو ایک مرتبہ دنیا سے انتقال کر جاتے پھر وہ دنیا والوں سے غافل ہو جایا کرتا ہے کہ نہ تو اسے اہلِ دنیا کی کچھ خبر ہی ہوا کرتی ہے۔ اور نہ ہی وہ کسی کی کچھ مدد کر سکتا ہے۔ تو بس جو جنتی ہو گئے ہیں وہ تو وہاں کی نعمتوں کے تلذذ اور مزے لوٹنے میں مصروف و منہمک ہوا کرتے ہیں، اور جو جہنمی ہوا کرتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ تو اپنے عذاب میں گرفتار ہوتے ہیں اُن کو بھلا اس بات کی مہلت

کب ہوا کرتی ہے کہ وہ کسی دوسرے کی طرف کوئی توجہ کر سکیں کہ ان کو تو بس اپنی جان کے لالے پڑے ہوتے ہیں۔ غرض کہ دنیا سے چلا جانے والا کوئی بھی کسی کی بھی کچھ مدد نہیں کر سکتا، نہ تو وہاں اُس عالم میں، اور نہ ہی یہاں اس عالمِ دنیا میں،

جواب اوّلاً معراج شریف کی صحیح روایات نے اس نظریہ کو باطل ثابت کر دیا ہے کیونکہ معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضور محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پانچ یا دس دفعہ عرض کر کے فرض شدہ پچاس نمازوں کی پانچ کروائی ہیں یہ صحیح ہے کہ یہ کمی و تخفیف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت و عرض و معروض سے واقع ہوئی ہے لیکن یہ بھی تو حقیقت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس طرف توجہ تو حضرت کلیم اللہ علیہ السلام ہی نے کرائی تھی۔ لہٰذا اس سے بالکل بلاشک و شبہ واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ وفات پا جانے کے بعد اللہ والے مدد کر سکتے ہیں۔ اور اگر کوئی پھر وفات یافتہ کی مدد کا قائل نہ ہو تو پھر اس کو چاہیئے کہ وہ نمازیں پچاس ہی پڑھا کرے کیونکہ منجانب اللہ پچاس نمازوں کا فرض کیا جانا تو صحیح طور پر ثابت ہے۔ اب جو ان میں تخفیف ہوگئی تو وہ موسیٰ علیہ السلام کی مدد، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام تو ہزار سال پہلے وصال فرما چکے تھے لہٰذا اب دو راستوں میں سے ایک راستہ ضرور اپنانا ہوگا کہ یا تو بعد از وفات اللہ والوں کی مدد و امداد کے قائل ہو جائیں، اور یا پھر اپنی ضد پر قائم رہتے ہوئے ایک دن رات میں پچاس نمازیں بطور فریضۂ الٰہی کے ادا کر کے دکھائیں۔ اور یہ دوسرا راستہ ہی ایسے ضدی لوگوں کو راس آئے گا کیونکہ وہ خود ... ایک وفات پاتے ہوتے انسان کی امداد اور امداد بھی معمولی نہیں ... اہم امداد کے قائل ہو کر بقول خود شرکیہ خیالات کو بھلا کیوں اپنے دل و دماغ

میں جگہ دیں گے،

ثانیاً: اور پھر یہ بھی تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بار بار بارگاہِ خداوندی میں جا اور آرہے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا کہ پیارے یہ دُنیا نہیں یہ تو خدائی دربار ہے یہاں بھلا سفارش کا کیا مطلب، چلے جاؤ واپس۔ بس جو ایک دفعہ کہدیا! کہدیا۔ اس سفارش کے عقیدے سے دنیا والوں کو متعارف نہ کراؤ کہ (منکرین کے خیال کے مطابق) شرک کا دروازہ کھل جائے گا (معاذ اللہ) غرضکہ اللہ تعالیٰ کا یہ نہ فرمانا اہلسنت کے عقائد کو ثابت کرتا ہے۔

ثالثاً: شبِ معراج کے واقعات و روایات سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام بعد از وفات زندہ ہوتے ہیں اور اپنی قبروں میں نمازیں بھی پڑھا کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر شریف میں نماز پڑھتے دیکھا تھا،

رابعاً: شبِ معراج کی روایات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی رفتار اتنی تیز ہوا کرتی ہے کہ وہ براق کی رفتار سے بھی تیز ہوتی ہے۔ دیکھئے براق برق (بجلی) کا مبالغہ ہے یعنی بجلی کا بھی باپ اور اس کی نسبت سے بھی بہت تیز رفتار اور پھر بجلی بھی آسمانی، اور اس (براق) کی رفتار کا یہ عالم ہے کہ جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے اس کا ایک قدم ہوتا ہے۔ اب دیکھئے کہ اس قدر تیز رفتاری کے باوجود بھی براق پیچھے رہ گیا اور موسیٰ علیہ السلام بیت المقدس میں سے پہلے جا پہنچے۔ کیونکہ محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استقبال جو کرنا تھا۔ اور پھر تو نہی بیت المقدس میں نماز، انبیاء علیہم السلام کے خطبوں، اور حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصوصی وعظیم الشان خطبے، اور پھر جدّ الانبیاء علیہم السلام حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ثنا لتی اور اوّل الخلق و خاتم الانبیاء، خلاصہ

کائنات محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حتمیین فیصلہ دینے، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جملہ انبیاء سابقین علیہم السلام پر برتری، فضیلت و رفعت کا مجمع انبیاء میں اعلان کرنے کے بعد حضور شاہِ معراج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب براق پر سوار ہو کر آسمانوں کی سیر کو چلے، اور براق اپنی پوری رفتار کے ساتھ اوپر کو چلا جا رہا تھا۔ مگر نبی کی رفتار کا عالم تو دیکھئے کہ موسیٰ علیہ السلام پھر بھی تیز رفتاری میں اس سے منزلے گئے اور چھٹے آسمان پر اس کے پہنچنے سے پہلے ہی جا پہنچے، کیونکہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنا خصوصی مقام تھا اور یہاں بھی انہوں نے حضور شاہِ معراج محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استقبال کرنا تھا۔

اب یہاں پر دو میں سے ایک بات ضرور تسلیم کرنی پڑے گی۔ یا تو یہ کہا جائے کہ موسیٰ علیہ السلام کا ایک وجود تو قبر میں نماز ادا کر رہا ہے، اور دوسرے وجود کے ساتھ پہلے سے چھٹے آسمان پر موجود تھے اور عین اسی وقت بیت المقدس سے چھٹے آسمان پر نہیں گئے تھے۔ یا پھر یہ کہا جائے کہ عین اسی وقت اپنی خداداد تیز رفتاری کے ساتھ براق سے پہلے بیت المقدس سے پرواز کر کے چھٹے آسمان پر جا پہنچے تھے۔ تو ان دو باتوں میں سے جو بات بھی کہی جائے اہلسنت کا عقیدہ و مسلک ہی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ پہلی صورت میں شخص واحد کا متعدد قالبوں اور جسموں کے ساتھ بیک وقت امکنہ متعددہ (متعدد جگہوں) میں موجود ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور یہی مسئلہ حاضر و ناظر کا اصل مفہوم ہے۔

مذکورہ بالا پہلی صورت میں ایک شخص کے لئے متعدد وجود ثابت ہوتے ہیں کہ وہ اپنے ایک وجود کے ساتھ ایک جگہ پر موجود، اور دوسرے وجود کے ساتھ عین اسی وقت دوسری جگہ پر موجود ہوتا ہے،

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی ۹۱۱ھ نے اپنے ایک

رسالہ "المنجلی فی تطورالولی" میں ایک ولی کے لئے تین ہزار اجسام کا ہونا لکھا ہے۔ اور دوسری صورت میں نبی کی اس بے انتہا اور عام مخلوق کے فہم سے ورا سُرعتِ رفتار کا ثبوت ملا۔ کہ وہ آنِ واحد میں قبر کے اندر بھی موجود اور نماز میں مشغول، اور اسی آن بیت المقدس میں حاضر اور با جماعت نماز کی ادائیگی کے لئے تیار، اور پھر عین اسی آن میں چھٹے آسمان پر موجود تھے۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ ایک نبی کی رفتار کا یہ عالم ہے کہ یہ زمین اور آسمان اس کے لئے ایک قدم کی حیثیت نہیں رکھتے اور وہ (نبی) آنِ واحد میں زمین و آسمان کے اندر جہاں چاہیں موجود ہو سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سُرعت یہ قوت۔ اور طاقت عطا فرما رکھی ہے اور پھر یہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سُرعتِ رفتار، اور قوت وطاقت کی بات ہو رہی ہے۔ تو اب اندازہ کیجئے اور خود ہی سوچئے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کی تیز رفتاری، قوت وطاقت کا یہ عالم ہے تو پھر سید الانبیاء محبوبِ خدا، شاہِ معراج صاحبِ دیدار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفتار وطاقت کا کیا عالم ہوگا؟

اب اگر کتمانِ حق، لگی لپٹی رکھنے اور حق کو تسلیم کرنے میں لیت ولعل کرنے کی عادت نہ ہو تو حقیقتِ مذکورہ کے پیشِ نظر مسئلہ حاضر وناظر کی حقانیت کو تسلیم کئے بغیر چارہ ہی نہیں ہے۔ اور کوئی بھی صاحبِ عقل سلیم اس سے انکار نہیں کر سکتا اور پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے متعدد انبیاء علیہم السلام کو حج کرتے دیکھا ہے۔ جیسا کہ صحیح روایات میں وارد ہے۔ تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ والے بعد از وفات و وصال کسی ایک جگہ میں مقید نہیں ہوا کرتے، بلکہ جہاں جانا چاہیں اللہ تعالیٰ کے اِذن، اور خدا کی عطا کردہ طاقت کے ساتھ آ جا سکتے ہیں اور یہی مسلک ہے اہلسنت وجماعت کا، جو کہ بحمد اللہ واضح طور پر مبرہن، مدلل اور ثابت ہوا۔

فالحمد للہ کثیراً کثیراً۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من ارسلہ اللہ بشیراً ونذیراً۔

شبِ معراج میں مشاہدۂ اقوام

از: رئیس العلماء حضرت علامہ قاضی غلام محمود ہزاروی صاحب مدظلہ العالی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

معراج کی رات سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن مختلف اقوام اور مختلف اعمال کے حاملین کا مشاہدہ فرمایا انہیں (ہا) آئمہ ۔ مختصر اقارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے اعمال سے بچائے جن کی وجہ سے انسان کی عاقبت کو خطرہ لاحق ہو۔ آمین ثم آمین ۔

۱۔ حریص آدمی

معراج کی رات حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک شخص پر گزر ہوا جس نے لکڑیوں کا ایک بڑا گٹھا بنا رکھا ہے اور اس کو سر پر اٹھانا چاہتا ہے مگر جب نہیں اٹھا سکتا تو بجائے اس کے کہ ان میں سے کچھ کم کرے، ان میں اور لکڑیاں ڈال دیتا ہے۔ پھر جب اس گٹھے کو نہیں اٹھا سکتا تو اس میں مزید لکڑیاں فراہم کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیسا شخص ہے کہ جب لکڑیوں کا گٹھا پہلے ہی بھاری ہے اس سے اٹھایا نہیں جا رہا تو چاہیے یہ تھا کہ یہ ان میں سے کچھ کم کر کے اسے اٹھانے کی کوشش کرتا لیکن یہ عجیب شخص ہے کہ اسے اور وزنی بناتے چلا جا رہا ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ یا حضرت، یہ آپ کی امت کا ایک ایسا شخص ہے کہ پہلے ہی بہت سے لوگوں کے حقوق اس کے ذمہ واجب الادا ہیں جنہیں یہ ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا مگر اور زیادہ دوسر

حقوق اپنے ذمہ لئے چلا جا رہا ہے۔ اور یہ بہت حریص آدمی ہے،

سبق لوگوں کے حقوق اور اُن کی امانتیں ایک قسم کا وزنی بوجھ ہے انسان کو چاہیئے کہ اس کو کم کرنے کی کوشش کرے زیادہ کرنے اور بڑھانے کی ہرگز کوشش نہ کرے۔ [1]

بات پر نادم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک چھوٹے پتھر پر گذر ہوا۔ جس میں سے ایک بڑا بیل باہر نکلتا ہے اور پھر دوبارہ اُسی پتھر کے اندر جانا چاہتا ہے۔ لیکن جا نہیں جا سکتا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ وہ شخص ہے جو ایک بڑی بات منہ سے نکالے اور پھر اُسے پورا نہ کر سکے، اور شرمندگی اُٹھاتے مگر اس کے واپس کرنے پر قادر نہیں ہے۔ [2]

ریاکار ایک شخص کو دیکھا کہ جو کنوئیں میں ڈول لٹکاتا ہے۔ لیکن جب اُسے باہر نکالتا ہے تو اُسے خالی پاتا ہے، پھر لٹکاتا رہتا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ ریاکار شخص دنیا میں نمائش و دکھاوے کی عبادت کیا کرتا تھا ــــــــ اس کی حقیقت آپ کو دکھلائی گئی کہ یہ محنت بھی کرتا تھا مگر قیامت کے دن اس کا ثواب کچھ نہ پاسکے گا۔ کیونکہ جو کام بھی ثواب کی نیت سے کیا جائے اس میں دوسری کسی طرح کی بھی آمیزش بالکل نہ کی جائے، محض اور خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہو۔ جب وہ قبول ہوتی ہے بلکہ اللہ والے ایسی خالص عبادت کر لینے کے بعد اس کی قبولیت کے لئے زاری کیا کرتے ہیں، روتے گڑگڑاتے ہیں تاکہ وہ شرفِ قبولیت پا جائے، اور پھر وہ کام جو نمائش

---

[1] : ماخوذ از تفسیر، ابن جریر ص۶ جلد ۱۵

[2] : مواہب الدینہ از علامہ قسطلانی جلد ۲ ص۱۵

دکھاوے کے لئے کئے جاتے ہیں ان کا ثواب تو کیا ملے گا اُلٹا گناہ ہوگا۔ اللہ بچائے آمین۔

بہشت کی تمنا ایک جگہ پر پاکیزہ اور ٹھنڈی ہوا چلی۔ جس میں سے کستوری کی خوشبو آ رہی تھی اور ایک آواز سُنی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ حضور! یہ جنت کی خوشبو ہے اور اس کی آواز ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی ہے کہ اے میرے رب! میرے بالاخانے استبرق، طرح طرح، اور رنگا رنگ کے ریشمی لباس بکثرت موجود ہیں چاندی، سونے کے گلاس اور دوسرے برتن بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔ شہد، پانی، دودھ اور شراباً طہوراً، اور مرجان (موتی)، بکثرت پائے جا رہے ہیں۔ اب اُس وعدہ کو پُورا کر جو مجھ سے آپ نے کیا تھا اور ان لوگوں کو میرے اندر بھیج جو ان چیزوں کو استعمال کریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تیرے لئے نیک لوگوں کو مقرر کیا ہے اور وہ ایسے لوگ ہیں جو مرد یا عورت ایمان اور اسلام لائے اور میرے ساتھ شریک نہ کرے اور میرا خوف دل میں رکھے، تو میں اُسے امن دُونگا، اور جو کوئی مجھ سے مانگے گا میں اسے نیک صلہ دوں گا اور جو مجھ پر توکل کرے گا میں اس کی کفایت کروں گا اور میں ایک ہی عبادت کے لائق ہوں میرے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے میں وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ بے شک ایمانداروں کو فلاح ہوگی، اور اللہ تعالیٰ بہت ہی برکت والا ہے، بہشت نے کہا کہ میں رضامند ہو گئی۔ [1]

دوزخ کی آواز: ایک وادی پر گذر ہوا جہاں ایک وحشت ناک

---

[1] تفسیر ابنِ کثیر جلد ۳ ص ۱۸

آواز سنی، اور بدبو محسوس ہوئی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ جہنم کی آواز ہے۔ وہ کہتی ہے کہ اے میرے رب! تو نے جو مجھ سے وعدہ کیا تھا اب وہ لوگ مجھ کو دے ڈال کیونکہ میرے اندر زنجیریں، طوق، شعلے گرم پانی، پیپ اور عذاب کثرت سے تیار ہیں اور میری گہرائی بہت وسیع ہوگئی اور میری گرمی بہت سخت ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ تیرے لئے ہر شرک کرنے والا مرد اور ہر شرک کرنیوالی عورت، اور کفر کرنیوالا مرد اور کفر کرنے والی عورت، اور تکبر و عناد کرنے والے اور قیامت کا انکار کرنے والے لوگ تجویز کئے ہیں، دوزخ نے کہا کہ میں راضی ہوگئی۔ [1]

پتھر گرنے کی آواز

ایک وادی میں وحشت ناک آواز سنی گئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے جبرائیل! یہ کیسی آواز ہے جس کو سن کر انسان گھبرا اٹھتا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ یا حضرت! ایک پتھر جو عرصۂ دراز سے یعنی ایک ہزار سال ہوئے کہ دوزخ میں ڈالا گیا تھا۔ آج وہ پتھر دوزخ کی تہہ میں پہنچا ہے یہ اس کے گرنے کی آواز ہے جو یہاں ابھی سنی گئی تھی۔ [2]

صدقے دینے والے

پھر ایسے لوگوں پر گذر ہوا جو کھیتی کا کام کر رہے تھے۔ مگر اس طرح کہ فصل کاشت کیا پھر اسی وقت فصل پک گئی، پھر اس کو کاٹ کر فصل کاشت کیا۔ اور فائدہ بھی اتنا اٹھایا کہ ایک دانے کے عوض میں سات سو گنا اناج حاصل کرتے ہیں اور جب وہ کاٹ لیتے ہیں تو پھر قدرتی طور پر ویسا ہی ہو جاتا ہے جیسا کہ کاٹنے سے پہلے تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام

---

[1] تفسیر دُرِّ منثور، جلد ۷، ص ۱۴۴۔

[2] اخبار القرآن ص ۲۵۔

سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے انہوں نے عرض کیا کہ یہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں، اور خدا تعالیٰ کی راہ میں محض اس کی رضا کی خاطر ۔ فی سبیل اللہ خرچ کرنے والے لوگ ہیں کہ ان کی نیکی سات سو گنا بڑھتی ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے خدا کی راہ میں خرچ کئے اللہ اُن کو اچھا بدلہ عطا فرماتا ہے۔اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔ **فائدہ** : قرآن مجید کی آیت: مثلُ الذین ینفقون فی سبیلِ اللہ کمثلِ حبۃٍ الخ ۔ میں اسی کو بیان فرمایا گیا ہے۔

نماز میں سُست

پھر ایسے لوگوں پر گذر ہوا کہ جن کے سر پتھر سے پھوڑے جا رہے ہیں اور جب کچلے جا چکتے تو پھر حالتِ سابقہ پر آجاتے اور ان کا یہ سلسلہ تھوڑی دیر کے لئے بھی رُکتا نہیں ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ نے عرض کیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز میں سُستی کیا کرتے تھے۔ اور اُس کو اپنے وقتِ مقررّہ پر ادا نہیں کرتے تھے۔ اور رکوع و سجود بھی پورا ادا نہیں کرتے تھے [1] اور حق تعالیٰ نے اِس کو اس آیت میں بیان فرما دیا ہے: فویلٌ للمصلّین الّذین ھُم عن صلوٰتھم ساھُون ۔ [3]

"یعنی دوزخ میں خرابی ہوگی اُن نمازیوں کی جو اپنی نمازوں میں بے پرواہی برتتے ہیں۔"

فائدہ : "امام ربّانی علیہ الرحمۃ کے مکتوبات شریف" میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا میں تمہیں اس شخص کے بارے میں نہ بتاؤں جو نماز کے اندر چوری کیا کرتا ہے؛ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

---

[1] :۔ پارہ نمبر ۳ رکوع ۴۔ [2] تفسیر دُرِّ منشور جلد ۴ صفحہ ۱۴۴

[3] :۔ پارہ ۳۰ رکوع ۳۲

عرض کیا حضور ارشاد فرماتے ہیں: ارشاد فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے جو نماز کے ارکان رکوع وسجود اچھی طرح ادا نہیں کرتا ہے۔

زکوٰۃ کے تارک پھر ایسے لوگوں پر گذر ہوا کہ ان کی شرمگاہوں کے آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے تھے اور وہ مویشیوں کی طرح چر رہے تھے، اور زقوم (تھوہر) اور دوزخ کے پتھر کھا رہے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے۔[1] اور اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن مجید کی اس آیت میں بیان فرمایا ہے:

وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الخ[2]

زانی مرد اور عورتیں پھر ایسے لوگوں پر گذر ہوا جن کے سامنے ایک ہنڈیا میں پکا ہوا گوشت رکھا ہے اور ایک ہنڈیا میں کچا اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہے۔ اور وہ لوگ اس سڑے ہوئے گوشت کو کھا رہے ہیں اور پکا گوشت نہیں کھاتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے پُوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ، یہ آپ کی اُمّت کے وہ مرد ہیں جن کے پاس حلال اور پاکیزہ بیوی موجود تھی لیکن وہ پھر غیر عورت کے پاس جایا کرتے تھے، اور ان سے اپنا غلط اور ناجائز مقصد حاصل کیا کرتے تھے۔ یونہی وُہ عورت جو اپنے حلال اور پاکیزہ خاوند کے ہوتے ہوئے غیر مردوں کے پاس جایا کرتی تھی، تاکہ وہ اس کے ساتھ بُرا کرے۔" اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی قرآن پاک میں بیان فرمایا ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَسَاءَ سَبِیْلًا ہ اور تم لوگ

---

[1] تفسیر ابن جریر جلد ۱۵ صفحہ ۱۶۔ [2] پ ۱۰ ع ۱۱

زنا کے قریب نہ جاؤ کیونکہ یہ بہت بے حیائی کا کام ہے اور بہت ہی بُرا راستہ ہے۔ [1]

یتیموں کا حق کھانے والے

پھر ایسے لوگوں پر گزر ہوا کہ جن کے ہونٹ اونٹوں کی طرح ہیں اور وہ آگ کی چنگاریاں کھا رہے ہیں اور وہ چنگاریاں ان کے پیٹ کو جلاتی ہوئی نیچے نکل جاتی ہیں اور اس طرح یہ سلسلہ جاری ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں یتیموں کے مال کو ناحق طور پر کھایا کرتے تھے۔ باری تعالیٰ نے اس کو بھی قرآن مجید میں بیان فرما دیا ہے۔

الذین یأکلون اموال الیتٰمٰی ظلماً انما یأکلون فی بطونہم نَاراً وسیصلون سعیراً۔ [2]

"یعنی جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں وہ لوگ آگ کی چنگاریاں کھا کر اپنا پیٹ بھر رہے ہیں اور یہ لوگ اس کے بعد بھڑکتی ہوتی آگ میں داخل ہونگے"۔ [3]

راہ کے موذی، لٹیرے اور ڈاکو

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایسے لوگوں پر گذر ہوا۔ جو شارع عام راستہ پر سولیوں پر لٹکائے جا رہے ہیں۔ اور سولیاں ایسے کانٹے رکھتی ہیں کہ راہ جانیوالے کے جسم اور کپڑوں کو نوچ لیتی ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا حضرت! یہ وہ لوگ ہیں جو راستہ پر جانیوالے مسافروں کو تکلیف دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی قرآن پاک میں بیان

---

[1] تفسیر ابن کثیر ص ۱۲ جلد ۳۔ [2] پ ۴ ع ۱۲۔ [3] تفسیر ابن کثیر صفحہ ۱۲ جلد ۳

فرما دیا ہے۔

ولا تقعدوا بکل صراط توعدون وتصدون عن سبیل اللہ[1]

"اے لوگو! راستہ پر اس طرح مت تاک میں بیٹھا کرو تاکہ راستہ چلنے والے لوگوں کو ڈراؤ اور اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکو۔"[2]

خیانتی لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا پھر ایسے لوگوں پر پر گذر ہوا کہ بہت سا بوجھ انہوں نے اپنی پیٹھوں اٹھا رکھا ہے جسکی وجہ سے وہ چلنے کی طاقت نہیں رکھتے مگر وہ پھر یہی کہہ رہے ہیں کہ "ہاں اور بوجھ رکھ دو" چنانچہ ان لوگوں کے کہنے پر مزید بوجھ ان پر لادا جا رہا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ ان لوگوں کی صورت کی مثال دکھلائی گئی ہے جو امانت میں خیانت کیا کرتے ہیں اور باوجودیکہ اس قدر لوگوں کے حقوق ان کی گردن پر ہیں لیکن وہ مزید حقوق اپنے ذمے لینے کے لئے تیار ہیں؛ اللہ تعالیٰ نے اس کو یوں بیان فرمایا ہے کہ۔

یا ایھا الذین آمنوا لا تخونوا اللہ والرسول وتخونوا اماناتکم وانتم تعلمون[3]

اے ایمان والو، خدا اور رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو اور آپس کی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو حالانکہ تم (اس کی برائی اور اس کی سزا) تو بھی خوب جانتے ہو۔"

خوشامدی لوگ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا گذر ایسے لوگوں پر ہوا کہ جن کے ہونٹ اور زبانیں آگ

---

[1] پ ۹ ع ۱۷ ۔ [2] تفسیر دُرِّ منثور ۔ جلد ۴ ص ۲۴ ۔ [3] پارہ ۹ رکوع ۱۷

کی قینچیوں سے کاٹی جا رہی تھیں، جب وہ اصلی حالت میں آجاتی ہیں تو فرشتے پھر کاٹ لیتے ہیں اور ایک ساعت کی مہلت نہیں دیتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ان کے بارے میں دریافت فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو بادشاہوں کے پاس جاتے تھے اور ان کی خوشامد کرتے تھے اور ان کی جھوٹی اور سچی باتوں میں ان کے ساتھ مل کر ہاں میں ہاں ملا دیا کرتے تھے، اور اُن کو ظلم، فسق و فجور سے نہیں روکتے تھے۔ ان کو انصاف کرنے اور احسان کا برتاؤ کا فرمان نہیں سنایا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی قرآنِ پاک میں بیان فرما دیا ہے

وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ [۱]

یعنی ایسے لوگوں کی طرف میلان نہ کر، جن لوگوں نے ظلم کر رکھا ہے۔ پھر تم کو بھی آگ کی سزا ملے گی۔" [۲]

غیبت کرنیوالے

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا ایسے لوگوں پر گذر ہوا کہ جن کو مُردار جانور کے گوشت کا ٹکڑا کھلایا جا رہا تھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں حضرت جبرائیل السلام نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں لوگوں کی چغل خوری کیا کرتے تھے، اور دوسرے انسانوں کی پیٹھ پیچھے گلہ کرتے تھے؛ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے۔

وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ [۳]

اور ایک دوسرے کے عیب نہ تلاش کیا کرو، اور تم ایکدوسرے

---

[۱]: پارہ ۱۲ ع ۱۰ ۔ [۲]: مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۳۴

[۳]: پارہ نمبر ۲۶ ع نمبر ۱۴

کا گلہ (غیبت) نہ کیا کرو۔ کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تم اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھاؤ۔ حالانکہ تم اس کے کھانے سے نفرت کرو گے۔ تو پھر یونہی اس کی غیبت کرنے سے بچو۔[1]

شراب نوش حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایسے لوگوں پر گذر ہوا کہ جن کے چہرے کالے اور آنکھیں نیلی تھیں اور ان کا نچلا ہونٹ پاؤں پر لٹک رہا تھا اور اوپر کا ہونٹ سر کے اوپر جا رہا تھا۔ دوزخ کی آگ کا زرد پانی آگ کے پیالوں میں انہیں پلایا جا رہا تھا یہاں تک پیپ اور خون ان کے منہ سے ٹپک رہا تھا اور وہ گدھوں کی طرح چیختے اور چلاتے تھے آپ نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو زندگی میں شراب پیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن پاک میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے:

یا ایھا الذین آمنو انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ۝

"یعنی اے ایمان والو، سوائے اس کے اور کوئی صورت نہیں کہ شراب اور جوا اور بت اور فال کے تیر سب شیطانی کام ہیں ایسے کاموں سے بچ کر رہا کرو۔ تاکہ تم ان سے بچنے کے سبب سے عذابِ اُخروی سے نجات پاؤ۔"

جھوٹے گواہ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گذر ایسے لوگوں پر ہوا کہ ان کی زبانیں گدی سے نکالی جا رہی تھیں اور ان کی شکلیں مسخ ہو کر سور جیسی بن گئی تھیں، انکے سر سے لے

---

[1] :- اخبار القرآن ص۲۶۲

کر پاؤں تک عذاب تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو جھوٹی گواہی دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ" لہ

تم لوگ بتوں کی پلیدی سے بچتے رہا کرو، اور جھوٹی گواہی۔یا۔ جھوٹی بات کہنے سے بچتے رہو۔ ۲ہ

سُود خور پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزر ایسے لوگوں پر ہُوا کہ جن کے پیٹ سُوج کر کوٹھے کی طرح ہو گئے تھے۔ اور ان کے چہرے زرد پڑ گئے تھے طوق اِن کی گردنوں میں اور زنجیر ان کے ہاتھوں میں تھے، اور بیڑیاں ان کے پیروں میں پڑی ہوئی تھیں، جب چاہتے تھے کہ اُٹھ کر کھڑے ہوں تو پیٹ کے پھولنے کے سبب گر جاتے تھے۔ اوپر اور نیچے عذاب میں مبتلا ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو سُود کھایا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ

"اور جو لوگ سود کھاتے ہیں قیامت کے دن اِس طرح اُٹھیں گے جس طرح وہ شخص اُٹھتا ہے جسے شیطان نے چھو کر بدحواس بنا دیا ہو" ۴ہ

قاتلِ ناحق:۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایسے لوگوں پر گذر

لہ:۔ پارہ ۱۷ ع ۱۱ ۔ ۲ہ: ریاض الازہار صہ ۲۱۴

۳ہ:۔ پارہ ۳ ع ۵ ۔ ۴ہ: تفسیر دُرِّ منثور، جلد ۲ صہ ۱۴۲

ہوا جن کو فرشتے آگ کی چھریوں سے ذبح کر رہے تھے اور اِن کے گلے سے کالا خون بہہ رہا تھا، وہ پھر زندہ ہو جاتے اور پھر ذبح کئے جاتے جبرائیل علیہ السّلام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ وہ لوگ ہیں جو ناحق قتل کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اِس کو یُوں بیان فرمایا ہے: ومَن یقتل مؤمناً متعمّداً فجزاؤہ جھنّم خالداً فیھا وغضب اللّٰہ علیہ ولعنہ واعدّ لہٗ عذاباً عظیماً [1]

"جو شخص کسی ایماندار کو عمداً اور قصداً قتل کرے جبکہ اس کے قتل کرنے کو حلال بھی جانتا ہو تو اس کی سزا دوزخ مقرر ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اس گناہ کے ارتکاب کے باعث وہ ایسے جرم کا مرتکب ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مجرم کے لئے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔" [2]

نافرمان بیویاں عورتوں کے ایک گروہ پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گذر ہُوا کہ اِن کے مُنہ کالے اور آنکھیں نیلی تھیں آگ کے کپڑے انہوں نے پہنے ہوئے تھے، فرشتے ان کو آگ کے گُرز مارتے تھے اور وہ گدھوں اور کتّوں کی طرح چلاتی تھیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے خاوندوں کی نافرمان تھیں، قرآن مجید اس موقعہ پر ارشاد فرماتا ہے:

الرّجالُ قوّامُون علی النّساء [3] "مرد عورتوں پر افسر یا۔ حاکم ہیں" حاکم وافسر کی نافرمانی تو اچھی نہیں ہے۔ [4]

ماں باپ کے نافرمان اور عاق پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1]:۔ پارہ ۵ ع ۹ ۔ [2]:۔ ریاض الانہار۔ صـ ۳۴۱

[3]:۔ پارہ ۵ ع ۳ ۔ [4]:۔ تفسیر ابن جریر جلد ۱۵ صـ ۱۱

کا گذر ایسے لوگوں پر ہوا جو آگ کے جنگل میں قید تھے۔ آگ ان پر جلاتی جاتی تھی۔ جس سے خاکستر ہو جانے کے بعد وہ پھر زندہ ہو جایا کرتے تھے۔ پھر یونہی وہ ان کو جلا ڈالتی تھی اور یہ سلسلہ یونہی جاری تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ماں باپ کے عاق یعنی نافرمان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًاؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ۝ [1]

"اور تیرے پروردگار کا حکم ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اگر تیرے پاس ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچ جاتے یا دونوں ہی بڑھاپے کی حد کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف تک نہ کہو اور نہ ہی ان کو عتاب کرو (جھڑکو) اور ان کے ساتھ بھلائی کی بات کرو۔"

دغا باز اور منافق

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ کا گذر ایسے لوگوں پر ہوا کہ جو ہوا میں لٹکے ہوتے تھے۔ ان کی آنکھیں، کان، ناک سے شعلے نکل رہے تھے ان میں سے ہر ایک پر دو دو فرشتے مقرر تھے جن کے ہاتھوں میں آگ کے گرز تھے اتنے بڑے گرز کہ ہر گرز کی ستر شاخیں تھیں اور اگر ایک شاخ (مثال کے طور پر) الوحیشن پہاڑ پر پڑ جاتے تو وہ تاب نہ لا کر ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ وہ دونوں اس گرز سے اس کو سزا دے رہے تھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ دغا باز اور منافق لوگ ہیں۔ قرآن پاک

---

[1] :- پارہ ۱۵ ع ۲

میں ہے: اِنَّ المنافقین فی الدرك الاسفل مِن النّار ۔ [1]
بیشک جو لوگ منافقت کرتے ہیں دوزخ کی تہہ میں سب سے نچلے طبقے میں ہونگے (وہاں ان کا ٹھکانہ ہوگا) نعوذ باللہ من ذالک، اللہ کی پناہ،

بیہودہ گانے والے

پھر ایک گروہ پر آپ کا گذر ہوا کہ آگ کے طبق ان کے سینوں پر رکھے تھے ان کے منہ کالے اور آنکھیں نیلی ہیں۔ اور قطران (ڈلک) کے کپڑے انہیں پہنائے گئے تھے، فرشتے ان کو آتشی گرز سے مارتے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ یارسول اللہ، یہ میراثی۔ اور بیہودہ گانے بجانے والے لوگ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی قرآنِ مجید میں بیان فرما دیا ہے۔
ومن النّاس مَن یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذھا ھزواً اولئك لھم عذاب مھین [2]
بعض ایسے لوگ ہیں جو کھیل کود کی باتوں کے خریدار ہیں تاکہ لوگوں کو خدا کے راستے سے بغیر کسی دلیل و ثبوت کے گمراہ کریں اور خدا کی آیات و احکام کا مذاق اڑائیں ایسے لوگوں کے ذلیل کرنے والا عذاب کیا گیا ہے۔ [3]

تکبّر کرنے والے

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک فرشتہ کرسی پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کے ستّر ہزار پر ہیں، کہ اگر وہ ایک پر کو پھیلائے تو مشرق و مغرب تک تمام جہان کو گھیر لے۔ اِس فرشتہ کے اِرد گرد بھی بڑی جسامت والے اور قدآور فرشتے تھے۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک کا طول و قامت بارہ سو

[1] :- پ ۵ ع ۱۸۔ [2] :- پارہ ۲۱ سورہ لقمٰن آیت ۶
[3] :- معارج النبوّت جلد ۳

برس کی راہ تھا۔ وہ فرشتے لوگوں کے ایک گروہ کو آتشی گرزوں سے اس طرح عذاب دے رہے ہیں کہ جب وہ اِن کو گرز مارتے ہیں تو ان سب کے اجسام ریزہ ریزہ ہو جایا کرتے ہیں۔ پھر جب اصل حالت پر آجاتے ہیں۔ تو دوبارہ ان کو مار کر ریزہ ریزہ کیا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اس فرشتہ کا نام اور ان لوگوں کے عذاب کا سبب دریافت کیا تو حضرت جبرائیل السلام نے بتایا کہ اس فرشتے کا نام توھنوضائیل" ہے اور یہ لوگ جو معذب ہیں وہ ہیں جو دنیا میں جبر و تکبر کیا کرتے تھے اب یہ اپنے کئے کی سزا بھگت رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے اِس فرشتے کو بمعہ اس کے خادموں کے مقرر کر دیا ہے۔ تاکہ قیامت تک اسی طرح ان کو عذاب دیتے رہیں۔

شرک کرنے والے

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا گذر ایک فرشتے پر ہوا کہ اس کا قد اتنا بڑا تھا کہ اگر وُہ چاہے تو تمام مخلوق کو ایک لقمہ بنا ڈلے، اِس کے آس پاس اور فرشتے تھے، جن کے سر عرش کے نیچے اور پاؤں تحت الثریٰ تک پہنچے ہوتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں آتشی گرز تھا۔ اِن فرشتوں کے سامنے لوگوں کا ایک گروہ تھا جن کے جسموں پر آگ کا لباس تھا یہ فرشتے ان لوگوں کو مارتے تھے جس کے صدمہ سے ان کے گوشت، پوست پر آگ کے شُعلے بھڑک اُٹھتے تھے، پھر جل کر وہ نیست و نابود ہو جاتے تھے۔ پھر وُہ اصل حالت میں آجاتے تھے اور فرشتے اِن سے اسی طرح کا سلوک کر رہے تھے جیسے کہ پہلے کیا جا رہا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ شرک کرنے والے لوگ ہیں جو بُتوں سے اپنی حاجتیں مانگا کرتے تھے، خدا تعالیٰ نے اس فرشتہ کو بمعہ اس کے

تابعداروں کے ان پر مسلط کیا ہے تاکہ اس قسم کا عذاب ہمیشہ ان کو دیتے رہیں۔

اونٹوں کی قطار

سدرۃ المنتہی کے نیچے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اونٹوں کی ایک قطار کو گذرتے دیکھا جن میں سے ہر ایک اونٹ پر دو صندوق دھرے ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ قطار کتنے عرصہ سے گزر رہی ہے اور کہاں جا رہی ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، جب سے میں پیدا ہوا ہوں، میں اسی طرح اس قطار کو گزرتے دیکھ رہا ہوں۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ یہ قطار کتنے عرصہ سے گذر رہی ہے اور نہ یہ کہ یہ کہاں جا رہی ہے اس کی ابتداء اور اس کی انتہا کو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس قطار سے ایک اونٹ پکڑ کر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر ایک صندوق اتارو۔ پھر جب صندوق اتار لیا گیا تو پھر فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اس کا تالا کھولو۔ تو جب تالا کھول چکے تو صندوق انڈوں سے پُر تھا۔ اور سب انڈوں پر قُفل (تالے) لگے ہوتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم، پڑھ کر انڈے کا تالا کھولدو۔ جب یہ تالا کھول چکے تو دیکھا تو وہ انڈہ خشخاش کے دانوں سے پُر تھا۔ اور خشخاش کے سب دانوں پر قُفل تھا۔ پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر خشخاش کا تالا کھول دو۔ جب اس کا تالا کھولا گیا تو اس میں ایک جہان آباد تھا اور اس جہان میں ایک شہر تھا۔ اس شہر میں وعظ ہو رہا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت جبرائیل امین علیہ السلام وہاں اس وعظ کی محفل میں شامل ہوگئے۔ یہاں تک کہ اس واعظ نے کہا کہ ایک جگہ پانی ہے، اور پانی پر مٹی کا ڈھیلا ہے، اس ڈھیلے پر نبی آخر الزمان صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے ہیں۔ ان پر ایمان لائے بغیر ہماری نجات نہیں ہو سکتی۔ وہاں ایک شخص نے سوال کیا کہ یہ مسئلہ غلط ہے۔ کیونکہ پانی پر مٹی کا ڈھیلہ کس طرح ٹھہر سکتا ہے۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اُٹھ کر کہا میں جبرئیل (امین علیہ السلام) ہوں اور یہ وہی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ جن کی تعریف کی جا رہی تھی۔ تب لوگوں نے کلمہ پڑھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں سے باہر تشریف لائے۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حسبِ دستور سابق (جیسا کہ تفصیل پہلے ابھی اوپر گذری ہے) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر خشخاش کا تالا لگایا پھر انڈے کو تالا لگایا اور پھر صندوق کو بند کیا اور اسکو اونٹ پر لادا۔ اسکے بعد اونٹ کو قطار میں شامل کر دیا۔[1]

فائدہ:۔ حضرت شاہ حمزہ صاحب جن کا مزار پُرانوار مارہرہ شریف (ہندوستان) زیارت گاہِ خواص و عوام ہے۔ آپ حضرت اچھے میاں علیہ الرحمۃ کے والدِ بزرگوار ہیں جو کہ سلسلہ قادریہ میں نامی گرامی بزرگ ہو گذرے ہیں۔ اور آپ ان بزرگوں میں سے ہیں۔ جن کے اقوال و افعال بطور حجت پیش کر سکتے ہیں آپ نے اپنی ایک فارسی مثنوی میں اسی واقعہ مذکورہ بالا کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ اشعار بھی میرے سامنے ہیں۔ لیکن یہاں اتنی تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔

توبہ کرنے والے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزر ایک نہر پر ہوا۔ جہاں کالے لوگ غسل کر کے باہر نکلتے ہیں۔ تو نورانی شکل والے بن جاتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ نہرِ رحمت ہے۔ جن لوگوں نے گناہ کیے اور پھر اسکے بعد وہ تائب

[1]:۔ رہبرِ حق ص۸۰ وغیرہ

ہو گئے۔ گویا وہ اس نہر سے غسل کر کے گناہوں کی سیاہی دھو رہے ہیں[1]

روزہ داروں کے براءت نامے

اس کے بعد ایک باعظمت فرشتہ پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گذر ہوا جس کی قامت دس لاکھ برس کی راہ تھی اس کے ستر ہزار سر تھے، اور ہر سر کے اندر ستر ہزار چہرے تھے، اور ہر چہرے کے اندر ستر ہزار منہ تھے، اور اس فرشتے کے سر پر ستر ہزار زلفیں تھیں، ہر زلف پر ستر ہزار موتی معلق تھے ہر موتی میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا سمندر تھا، ہر سمندر میں بے حساب مچھلیاں تیر رہی تھیں، جن کا طول دو سو برس کی راہ تھا، ہر ایک مچھلی کی پشت پر لکھا تھا، لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے اس کی کیفیت دریافت فرمائی۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ ایک فرشتہ ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے دو ہزار برس پہلے پیدا کیا ہے۔ اور بہشت کے مرغزار میں اس کے ٹھہرنے کا مقام ہے۔ اب اس کو یہاں لاتے ہیں۔ آپ نے اس کو سلام کیا اور اس نے سلام کا جواب دیا۔ دیکھا تو اس کے سامنے دو صندوق رکھے ہوئے تھے۔ جن پر ستر ہزار نورانی قفل لگے ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود یہ بات اس سے دریافت فرمائیں۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے کہا کہ یہ کیسے صندوق ہیں اس نے کہا کہ ان صندوقوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کے روزے

---

[1] از: معارج النبوت، ج ۳ ص ۱۴۱

داروں کے براءت نامے لکھے ہوتے دھرے ہیں جن کے ثواب کی میں گواہی دیتا ہوں۔

نماز پر خوش ہونے والا

پھر ایک فرشتہ پر گزر ہوا کہ جس کے داہیں بازو سات لاکھ تھے اور بائیں بھی اسی قدر تھے اور ہر بازو پر مروارید، یاقوت اور زمرد کے ستر ستر ہزار پر۔ اور زرِ سرخ (سونے) چاندی کافور اور زعفران کے بھی ستر ستر پر تھے جب وہ اپنے بازو ہلاتا ہے تو ان سے عجیب طرح کے نغمے ظاہر ہوتے ہیں۔ ان نغموں کو حوریں سن کر بالا خانوں پر ایک دوسرے کو مبارکباد دیتی ہیں کہ اے حورو! حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت پر نماز کا وقت آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس فرشتہ سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ سب کچھ اور سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ کہ! تو کیوں خوش ہو رہا ہے؛ تو فرشتہ عرض کرتا ہے۔ کہ اے مالک۔ تیرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کے سب لوگ کاروبار چھوڑ کر نماز کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ! تم گواہ رہو کہ میں نے اپنی رحمت سے ان سب کو منظورِ نظر بنا لیا ہے۔ [۱]

صورت مرغ سفید

ایک فرشتہ پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزر ہوا جو مرغ سفید کی شکل و شباحت رکھتا ہے۔ اور مور سے زیادہ خوبصورت ہے۔ اس کے پاؤں سنہری ہیں اور گردن یاقوت اور لعل سے مرصع ہے (یعنی یاقوت اور لعل اس کی گردن پر جڑے ہوتے ہیں۔) جس وقت یہ فرشتہ! "سبوح قدوس" کہتا ہے تو جہانِ دنیا کے مرغ بھی اسکی آواز سن کر! "سبوح قدوس" کہتے ہیں۔ اور جب یہ خاموش ہو جاتا ہے تو جہانِ دنیا کے مرغ بھی خاموش ہو جاتے ہیں۔ [۲]

---

[۱]: معارج النبوت جلد ۳ صـ ۱۵۰ ۔ [۲]: اخبار القرآن صـ ۲۶۶

درسِ تصوّف!

از رئیس العلماء حضرت علّامہ قاضی غلام محمود صاحب ہزاروی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی ونسلّم علٰی رسولہ الکریم وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ اجمعین ہ

اسلام خدا کی طرف سے بندوں کے حق میں کامل ترین و جامع ترین پیامِ رحمت ہے انسان کی ذہنی و عقلی، اخلاقی و معاشرتی، جسمانی و روحانی، انفرادی و اجتماعی تمام ضرورتوں کا کفیل اور ہر شعبۂ حیات میں ترقیوں کا ضامن، خدا رسی و خدا شناسی کی تعلیم اس کا اصل مقصود، اس پر اس نے خاص طور سے زور دیا اور اس کے ذرائع و وسائل اس نے اس جامعیت کے ساتھ بیان کیے کہ ان میں کسی قسم کے تغیّر و ترمیم، تخفیف و اضافہ کی گنجائش نہ چھوڑی۔

مسلمانوں میں ابتداء سے ایک گروہ ایسا موجود ہے جس نے تمام مقاصد دنیوی سے قطع نظر کر کے اپنا نصب العین محض یادِ خدا ذکرِ الٰہی کو رکھا اور صدق و صفا، سلوک و احسان کے مختلف طریقوں پر عامل رہا۔

شروع میں یہ گروہ دوسرے ناموں سے ملقب رہا۔ کچھ عرصہ گذر جانے کے بعد رفتہ رفتہ اس مسلک کا نام "تصوّف" پڑ گیا۔ اور یہ گروہ "گروہِ صوفیہ" کہلانے لگا۔

علمِ تصوّف کا مقام و مرتبہ

شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "ازالۃ الخفا" شرح

تاریخ الخلفاء میں تحریر فرمایا ہے کہ۔

فقہ کے بعد تمام علوم سے اعظم علم احسان یعنی تصوف ہے آج کل اُسے علمِ سلوک کہتے ہیں۔

فائدہ: تصوف کا دوسرا نام "احسان" ہے اور احادیث مبارکہ میں اسی نام کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔

تصوف کا معنی تصوف عربی زبان کا لفظ ہے اور یہ اُس علم کا نام ہے جو آدمی کو زہد کی تعلیم دیتا ہے۔

غرضیکہ تصوف کے بہت سے معانی بیان کئے گئے ہیں سب کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

"تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب کا نام تصوف ہے۔"

ذیل میں بعض مشائخ کرام کی زبانی "تصوف" کی تعریف پیش کی جاتی ہے۔

نمبر ۱: خواجہ شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ، المتوفی ۲۰۰ھ سے فرماتے ہیں کہ۔

حقائق (حقیقتوں) کے حصول اور خلائق (مخلوقات) کے مال و متاع سے ناامید ہو جانے کا نام تصوف ہے، تصوف ایک ایسا اسم ہے فقر و زہد جس کے معانی ہیں۔"

نمبر ۲: خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۴۵ھ سے)۔ فرماتے ہیں کہ۔

ظاہری افعال کو گناہوں سے، اور باطنی حالت میں فضول کام سے اپنے آپ کو آلودہ نہ کرتے اور خداوند کریم کے احکام کے مطابق مستقل زندگی گزارنے کا نام تصوف ہے۔

نمبر ۳: حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۶۱ھ سے) فرماتے ہیں کہ۔

"اپنے اُوپر آسائش کا دروازہ بند کرنا اور اللہ کے لئے محنت اختیار

کرنا تصوف ہے۔

نمبر ۴: خواجہ ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۸۶ھ) فرماتے ہیں کہ۔

"اپنے خدا سے صاف، اس کے انوار سے بہرہ ور، اور اسکے ذکر سے پُر لذت رہنا تصوف ہے۔

نمبر ۵: خواجہ شیخ ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۸۶ھ فرماتے ہیں کہ۔

تصوف نہ رسوم ہیں ہے نہ علوم ہیں لیکن اخلاق ہیں ہے۔ اگر رسم ہوتا تو کوشش سے پا سکتے۔ اگر علم ہوتا تو سیکھ کر حاصل کر سکتے بلکہ "تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ" ہے یعنی خدا کے اخلاق مثلاً رحم، کرم، معافی، بخشش، سخاوت اختیار کرنے کا نام تصوف ہے۔ تصوف آزادی ہے (یعنی خواہشات نفس سے آزادی ان پر کار بند نہ ہونا اور ترک تکلف) تصوف نفس کی خواہشات کو خوشنودی حق کیواسطے ترک کرنا اور دنیا سے دشمنی مولیٰ سے دوستی کا نام ہے۔"

نمبر ۶: خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۹۷ھ فرماتے ہیں کہ۔

دل کا مراجعت خلق سے پاک کرنا یعنی دل مخلوق کی بجائے خالق کی طرف رجوع کرنے کا عادی ہوجائے اور طبعی اخلاق کو دنائت یعنی پستی سے دور کرنا، صفات بشریت کو نفسانی خواہشات سے دور رکھنا، روحانی صفات کا پیدا ہونا، علوم حقیقی کی طرف ترقی کرنا، غیر فانی چیزوں کو عمل میں لانا، لوگوں کی خیر خواہی کرنا، باوقار رہنا حقیقت حال پر قائم رہنا اور اتباع مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تصوف ہے ہمارا یہ علم کتاب وسنت کا پابند ہے سو جس نے قرآن نہیں پڑھا اور حدیث نہیں سیکھی اس کو اس علم میں گفتگو کرنا مناسب نہیں۔"

نمبر ۷: امام ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۴۶۵ھ

فرماتے ہیں کہ۔

ہمارا طریقہ کتاب الٰہی اور سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پابندی ہے۔

نمبر ۸:۔ حضرت شیخ علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش لاہوری رحمتہ اللہ علیہ جن کا وصال مطابق تحقیق عارف جامی رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ محققین کے ۹ محرم الحرام ۴۶۵ھ میں ہوا، (سرِدار تاریخی مادہ ہے) فرماتے ہیں کہ۔

تصوّف کے تمام طرق وسلاسل کی بنیاد آداب شرعیہ کے اصولوں پر عمل کرنے، اور تقویٰ اور پرہیز گاری پر مبنی ہے، اور جو لوگ اصولِ آداب کی پرواہ نہیں کرتے، اور احکام الٰہی کی پابندی نہیں کرتے ان کا طریقت اور تصوّف سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

نمبر ۹:۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ المتوفی ۱۴ جمادی الثانی ۵۰۵ھ مطابق ۸ دسمبر ۱۱۱۹ء) فرماتے ہیں کہ۔

میں جب صوفیوں کے طریقہ کی طرف متوجہ ہوا تو مجھے معلوم ہوا کہ ان کا طریقہ علم وعمل سے تکمیل کو پہنچتا ہے ان کے علم کا حاصل نفس کی گھاٹیوں کو قطع کرنا، خلائق اور صفاتِ خبیثہ سے پاک اور منزّہ ہونا ہے تاکہ اس کے ذریعہ قلب کو غیر اللہ سے خالی کیا جائے اور اس کو ذکرِ الٰہی سے آراستہ کیا جائے۔" [1]

یہی امام موصوف ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ۔

سب علوم کے بعد میں نے تصوّف کی طرف توجہ کی اس فن میں حضرت جنید، شبلی، بایزید بسطامی کے جو ملفوظات ہیں ان کو دیکھا ابو طالب مکی کی "قوت القلوب" اور حرث محاسبی کی تصنیفات پڑھیں۔ لیکن چونکہ یہ فن دراصل عملی فن ہے اس لئے صرف علم سے کچھ نتیجہ نہیں نکل سکتا تھا اور عمل کے لئے ضروری تھا۔

---

[1]:۔ "المنقذ من الضلال" للغزالیؒ

کہ زہد و ریاضت اختیار کی جائے۔ ادھر اپنے اشغال کو دیکھا تو کوئی خلوص پر مبنی نہ تھا۔ درس و تدریس کی طرف طبیعت کا میلان اس وجہ سے تھا کہ وہ جاہ پرستی اور شہرت عامہ کا ذریعہ تھا ان واقعات نے دل میں تحریک پیدا کی کہ بغداد سے نکل کھڑا ہوں اور تمام تعلقات کو چھوڑ دوں یہ خیال رجب ۴۸۸ھ میں پیدا ہوا لیکن چھ مہینے تک لیت و لعل میں گزرے۔ نفس کسی طرح گوارا نہیں کرتا تھا کہ ایسی بڑی عظمت و جاہ سے دست بردار ہو جاتے۔ ان تردّدات میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ زبان رک چلی، درس دینا بند ہو گیا، رفتہ رفتہ ہضم کی قوت جاتی رہی آخر طبیبوں نے علاج سے ہاتھ اٹھالیا اور کہہ دیا کہ ایسی حالت میں علاج کچھ سودمند نہیں ہو سکتا بالآخر میں نے سفر کا قطعی ارادہ کر لیا علماء اور ارکانِ سلطنت کو خبر ہوئی تو سب نے نہایت الحاح کے ساتھ روکا اور حسرت سے کہا کہ یہ اسلام کی بدنصیبی ہے تمام علماء و فضلا یہی کہتے تھے کہ ایسی علمی نفع رسانی سے آپ کا دست بردار ہو جانا شرعاً کیونکر جائز ہو سکتا ہے لیکن میں اصل حقیقت کو سمجھتا تھا اس لئے سب کو چھوڑ کر دفعتہً اٹھ کھڑا ہوا اور شام کی راہ لی۔" [1] سچ ہے۔ ؎

ہیچ کارے گرچہ صائب ہے تأمل خوب نیست

بے تأمل آستیں افشاندن از دنیا خوش است

"یعنی بغیر غور و فکر کے کوئی بھی کام کرنا اچھا نہیں، لیکن دنیا سے بلا تأمل کنارہ کش ہو جانا اچھا ہے۔"

تشریح دنیا سے مراد ایسی دنیا ہے جو نفس کشی کی راہ میں مخل ہو تو اسکا چھوڑ دینا واقعی اچھا ہے۔ بلکہ ضروری ہے۔ یہ دنیاوی جاہ جلال، شہرت طلبی، ٹیپ ٹاپ، لالچ، منصب و عہدہ، لوگوں میں

[1] المنقذ من الضلال" صد ۲۲۔

قبولیت نام وغیرہ یقیناً روحانی ترقی میں رکاوٹ ہیں، اور یہ بیوی، بچے، رزقِ حلال کے لئے جدوجہد گذارے کے لئے مکان، کسی دینی مقصد کے لئے اقتدار کا حصول اُس مضر و ممنوع دنیا میں داخل نہیں، کیونکہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے [1] مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

چیست دنیا از خدا غافل بُدن، نے قماش و نُقرہ و فرزند و زن

یعنی وہ دُنیا جو ایک مسلمان کے لئے شجرِ ممنوعہ ہے وہ اپنے اللہ سے غافل ہونے کا نام ہے اور یہ بیوی، بچے، ضرورت کے لئے مال و اسباب اس میں داخل نہیں ہے۔

نمبر ۱۰:۔ حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی، گیارہ ربیع الثانی ۵۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ۔[2]

تصوف کی بنیاد ان آٹھ چیزوں پر ہے۔

(۱) سخاوتِ ابراہیم علیہ السلام (۲) رضائے اسحاق علیہ السلام

(۳) صبرِ ایوب علیہ السلام (۴) مناجات ذکریا علیہ السلام

(۵) غربت یحییٰ علیہ السلام (۶) خرقہ پوشی موسیٰ علیہ السلام

(۷) سیاحت و تجرد عیسیٰ علیہ السلام اور (۸) فقر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

نمبر ۱۱:۔ خواجہ شہاب الدین سہروردی (المتوفی ۶۳۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام بیانات کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے کہ۔

تصوف قولاً و فعلاً و حالاً ہر حیثیت سے اتباعِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام ہے اور تصوف کل صدق ہے، جس میں کسی جھوٹ، بناوٹ و تصنع کا دخل ہرگز نہیں ہے۔ اور تصوف کل حیا ہے یعنی بلا ارادہ واہیات لایعنی و بے ہودہ گفتگو سے پاک۔ جامع و با مقصد۔ تمیز و سنجیدہ گفتگو۔

---

[1] حدیث نبوی علیہ السلام [2] فتوح الغیب

مشتمل ہے۔

نمبر ۱۲: خواجہ نظام الدین اولیاء، سلطان المشائخ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جن کا وصال صحیح تر روایت کے مطابق چہار شنبہ، بدھ، ۱۸/ ربیع الآخر ۷۲۵ھ مطابق ۱۵/ دسمبر ۱۳۲۴ء کو ۸۹ سال کی عمر میں طلوع آفتاب کے وقت ہوا) فرماتے ہیں کہ۔

فقر و تصوف نرے وجد و حال، ذوق و کیف کا نام نہیں، بلکہ ظاہر و باطن دونوں کی آراستگی کا نام ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ۔

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا ظاہر آراستہ ہوتا ہے۔ لیکن باطن خراب اور یہ متعبد (یعنی بناوٹی ریا و دکھاوے کی عبادت کرنیوالے) کہلاتے ہیں کہ گو طاعت و عبادت بہت کرتے ہیں لیکن دل ان کا دنیا ہی میں پھنسا رہتا ہے، اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا ظاہر خراب ہوتا ہے اور باطن آراستہ اور یہ مجذوب کہلاتے ہیں، اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کے ظاہر و باطن دونوں ہی خراب ہوتے ہیں اور یہ عوام کالانعام ہوتے ہیں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ ان تینوں طبقوں کے علاوہ چوتھا طبقہ، جن کا ظاہر و باطن دونوں آراستہ ہوتے ہیں اور یہی طبقہ ہے، اور یہی لوگ مشائخ (فقراء) ہیں [1]

نمبر ۱۳: عارف باللہ [illegible] عماد الدین المعروف بہ نور الدین عبد الرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ (جن کا وصال بہ روایت قوی ۱۸/ محرم ۸۹۸ھ مطابق ۹/ نومبر ۱۴۹۲ء شہر ہرات [illegible] افغانستان میں ہوا) فرماتے ہیں کہ۔

عالم و ما فی العالم یعنی جہانِ دنیا اور جو کچھ اس کے اندر ہے، سے قطع نظر

---

[1] خواد الفواد، ص [illegible]

کرکے خدائے دوجہاں آفریں ہی کی طرف بہ کمال یکسوئی متوجہ رہنے کا نام تصوّف ہے[1]

نمبر ۱۴ : امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں کہ۔
صوفیوں کا طریقہ کتاب وسنّت کے موافق ہے۔ جو ان کے مخالف ہو راہِ راست سے دُور ہے[2]

نمبر ۱۵ :- امام ربانی حضرت مجدّد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۸ / صفر ۱۰۳۴ھ) کے سلسلۂ تصوّفِ اسلامی میں کچھ ارشادات یہ ہیں کہ

اوّلاً : گوشہ نشینی اختیار کرنے میں چاہیئے کہ مسلمانوں کے حقوق ضائع نہ ہوں، اور خود خدمت خلق سے محروم نہ رہے۔

ثانیاً : دولتمندوں کی صحبت زہر قاتل اور ان کے چرب لُقمے دل کو سیاہ کرنے والے ہیں،

ثالثاً :- آخرت کا کام آج کر۔ دنیا کا کام کل پر چھوڑ دے۔

رابعاً :- خلافِ شریعت ریاضتیں اور مجاہدات خسارہ ہی خسارہ ہیں۔

خامساً :- دوپہر کا سونا جو بہ نیتِ سُنّت ہو۔ اُن کروڑ شب بیداریوں سے بہتر ہے جو اتباعِ سُنّت کی نیت سے نہ ہوں۔

سادساً :- نفس کی کمال مخالفت اتباعِ شریعت میں ہے۔

سابعاً :- دنیا کی محبّت آخرت کی رغبت سے دُور ہوتی ہے۔ اور آخرت کی رغبت اعمالِ صالح کے بجالانے پر وابستہ ہے۔

ثامناً :- شرِ نفس شیطان کے شر سے زیادہ ہے۔

تاسعاً :- ضروری حاجتیں دنیا طلبی میں داخل نہیں۔

عاشراً :- شریعت دُنیا و آخرت دونوں کی سعادتوں کی ضامن ہے۔

---

[1] :- "لوائح" لائحہ اوّل، تصنیف مولانا جامی۔ [2] :- انوار القدسیہ۔

نمبر ۱۶ : تیمور لنگ کے عہد کے مایہ ناز عالم، متعدد درسی وغیرہ درسی کتابوں کے مصنف حضرت سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ (جن کی وفات روز چہار شنبہ ۶ ربیع الاول ۸۱۶ھ میں ہوئی۔ "تصوف" کی تعریف میں فرماتے ہیں۔

تصوف، آداب شرعیہ پر ظاہراً قائم رہنا ہے تاکہ اس کے اثر کو ظاہر سے باطن میں دیکھے، اور باطناً قائم رہنا تاکہ اس کے اثر کو باطن سے ظاہر میں دیکھے تو یوں آداب شرعیہ پر عمل کرنے والے کو ان دونوں اثروں سے کمال حاصل ہوگا۔[1]

نمبر ۱۷ :۔ فارسی کے ایک شاعر غالباً حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ جن کا وصال ماہ شوال ۶۹۱ھ، مطابق ۱۲۹۱ء ہوا۔ تصوف کی تعریف میں فرماتے ہیں:

طریقت بجز خدمت خلق نیست ، بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

یعنی طریقت و تصوف، تو صرف خدمت خلق کا نام ہے۔
"یہ تسبیح، سجادہ، اور گدڑی و قبا وغیرہ سے تو حاصل نہیں ہو سکتا۔"

نمبر ۱۸ : علامہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ میں جو ۷۸۹ھ کی تصنیف ہے تصوف کے متعلق لکھا ہے کہ :

تصوف، یہ فن دینی ہے، جو بعد میں جاری کیا گیا ہے، مگر اس کی اصل ابتداء زمانۂ دین ہی سے ہے، کیونکہ یہ نام ہے۔ عبادت و ذکر و شغل میں لگے رہنے کا، برائیوں سے بچنے کا، اور خلوت گزینی کا، اور یہ تمام باتیں صحابہ کرام میں تھیں، مگر جب دوسرے قرن میں لوگ دنیا کی طرف بہت مائل ہونے لگے تو جو لوگ عبادت وغیرہ میں مشغول تھے، ان کا نام صوفی ہو گیا۔"

---

[1] :۔ "التعریفات" صفحہ نمبر ۵۲ ۔

خلاصۂ کلام | اولیاء کرام میں سے ان بزرگوں کے اقوال یہاں پر تصوّفِ اسلامی کی تعریف کے سلسلے میں نقل کیے گئے ہیں۔ جو تمام سلاسلِ طریقت کے پیشوا ہیں۔ ان تمام اقوال پر نظر کرنے سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ۔ تصوّف سے مراد ہے۔

- اخلاص سے خدا کی عبادت کرنا۔
- خلقِ خُدا کی خدمت کرنا۔
- اخلاقِ حسنہ کے ساتھ دنیا میں باعزّت زندگی بسر کرنا۔
- بندگانِ خدا کی ظاہری، باطنی ترقی کی طرف رہنمائی کرنا۔
- تمام اخلاقِ ذمیمہ، اور حُبِ دُنیا وغیرہ سے پاک رہنا،

حُسنِ اخلاق کا مفہوم عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ آدمی میں مروّت، سخاوت وحلم وغیرہ صفّات ہوں، اور خندہ پیشانی سے پیش آتا ہو۔ بلاشبہ یہ اوصاف حُسنِ اخلاق سے ہیں، انبیاء علیہم السّلام اور ان کے مُتّبعین۔۔۔ صادقین واولیاء کبار کے حالات و اقوال کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حُسنِ اخلاق کے یہ معنے ہیں کہ خداوندِ کریم نے جس قدر قوی، اور قوتیں انسان کو دی ہیں۔ ان کو رضائے الٰہی کے موافق خدمتِ خلق میں اخلاص کے ساتھ صرف کرے۔ عقل کی روشنی میں علوم و حقائق اشیاء پر غور کرکے مخلوق کی فائدہ رسانی کی صورتیں پیدا کرے اور اپنی تمام قوّتوں کو برمحل صرف کرے۔

۷۸۶

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

صلی اللہ علیہ وسلم

شاہ احمد رضا خان
رحمۃ اللہ علیہ

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اُس جبینِ رسالت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اُٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اُس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

کل جہاں مِلک اور جَو کی روٹی غذا
اُس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اُس دلِ افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری اُمت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

۷۸۶ مدینہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

سلام اُس پر کہ !!!

سلام اُس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اُس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی
سلام اُس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے
سلام اُس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اُس پر کہ جس نے دشمنوں کو بھی قبائیں دیں
سلام اُس پر کہ جس نے گالیاں سُن کر دعائیں دیں
سلام اُس پر جو سچائی کی خاطر دُکھ اُٹھاتا تھا
سلام اُس پر جو بھوکا رہ کر اوروں کو کھلاتا تھا
سلام اُس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں
سلام اُس پر کہ بُروں کو جس نے فرمایا یہ میرے ہیں
سلام اُس پر کہ جسکے ذکر سے سیری نہیں ہوتی
سلام اُس پر کہ جس کی بزم میں قسمت نہیں سوتا

ایک خاص دعا

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ اِیْمَانًا مُّسْتَقِیْمًا وَّ فَضْلًا دَائِمًا

اے اللہ ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں ایمان مستقیم کا اور ہمیشہ کے فضل کا

وَنَظْرًا رَّحْمَۃً وَّعَقْلًا کَامِلًا وَّعِلْمًا نَّافِعًا

اور رحمت کی نظر کا اور کامل عقل کا اور نفع دینے والے علم کا

وَّقَلْبًا مُّنَوَّرًا وَّتَوْفِیْقًا حَسَنًا وَّصَبْرًا جَمِیْلًا

اور قلب روشن کا اور نیکی کی توفیق کا اور اچھے صبر کا

وَّاَجْرًا عَظِیْمًا وَّلِسَانًا ذَاکِرًا وَّبَدَنًا صَابِرًا

اور بڑے ثواب کا اور ذکر کرنے والی زبان کا اور صبر کرنے والے بدن کا

وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّسَعْیًا مَّشْکُوْرًا وَّذَنْبًا

اور رزق کی فراخی کا اور نیک کام کی مقبولیت کا اور گناہوں کی بخشش کا

مَّغْفُوْرًا وَّعَمَلًا مَّقْبُوْلًا وَّدُعَاءً مُّسْتَجَابًا

اور عمل کے قبول ہونے کا اور دعا کے قبول کیے جانے کا

وَّلِقَاءَکَ نَصِیْبًا وَّجَنَّۃَ فِرْدَوْسًا وَّنَعِیْمًا

اور تیرے دیدار نصیب ہونے کا اور جنت الفردوس کا اور ہمیشہ کی نعمتوں کا

مُّقِیْمًا وَّصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ

اللہ کی رحمت نازل ہو جو اللہ کی تمام مخلوق میں سے زیادہ بہتر و افضل اور عرش کے

سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاٰلِ

نور ہمارے سردار آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور رحمت نازل ہو ان کی آل

بَیْتِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ

بیت پاک ازواج مطہرات اصحاب اور تمام نسل پر

بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

اپنی رحمت کے سبب ہم پر رحم فرما اے رحم فرمانے والے

نعتِ رسولِ مقبول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

از: ثنا خوانِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اَلصُّبحُ بَدَا مِنْ طَلْعَتِہٖ ۔ وَاللَّیلُ دَجٰی مِنْ وَفْرَتِہٖ

صبح ظاہر ہوئی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیشانی سے ۔ اور رات روشن ہوئی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زلفِ انور سے

فَاقَ الرُّسُلَا فَضْلاً وَّ عُلاً ۔ اَھْدَی السُّبُلَا لِدَلَالَتِہٖ

پیش دستی لے گئے پیغمبروں سے بزرگی اور بلندی میں ۔ سیدھے ہو گئے رستے آپ کے [illegible]

کَنْزُ الْکَرَمِ مَوْلَی النِّعَمِ ۔ ھَادِی الْاُمَمِ لِشَرِیْعَتِہٖ

آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بخشنے والے اور صاحب نعمت ہیں ۔ ہدایت دکھانے والے امت کو اپنی شریعت [illegible]

اَزْکَی النَّسَبِ اَعْلَی الْحَسَبِ ۔ کُلُّ الْعَرَبِ فِیْ خِدْمَتِہٖ

بہت پاکیزہ نسب والے بلند خاندان والے ۔ تمام عرب آپ کی خدمت میں [illegible]

سَعَتِ الشَّجَرُ، نَطَقَ الْحَجَرُ ۔ شُقَّ الْقَمَرُ بِاِشَارَتِہٖ

دوڑے آئے درخت کلام کی پتھروں نے ۔ پھٹ گیا چاند اُنکے ایک اشارہ سے

جِبْرِیْلُ اَتٰی لَیْلَۃَ اَسْرٰی ۔ وَالرَّبُّ دَعَا لِحَضْرَتِہٖ

جبرائیل علیہ السلام آئے رات معراج میں ۔ اور آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو آپکے رب نے اپنے سامنے بلایا

نَالَ الشَّرَفَا وَ اللّٰہُ عَفَا ۔ عَنْ مَّا سَلَفَا مِنْ اُمَّتِہٖ

پہنچے بزرگیوں کو اور اللہ نے معاف کئے ۔ وہ گناہ جو اُن کی اُمت سے ہوئے

فَمُحَمَّدُنَا ھُوَ سَیِّدُنَا

پس محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ سردار ہمارے ہیں

فَالْعِزُّ لَنَا لِاِجَابَتِہٖ

پس عزت ہے ہمارے لئے، اُنکی مقبولیت سے

ارشادِ جامی رحمۃ اللہ علیہ

ز مہجوری برآمد جانِ عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم

[illegible] اے اللہ کے نبی رحم فرمائیے

[illegible] ندارم در دو جہاں جز تو حبیبم صلی اللہ علیہ وسلم

[illegible] ہیں آپ کے سوا کسی کو حبیب نہیں رکھتا۔

مرض دارم ز عصیاں لا دوائے مگر الطاف تو باشد طبیبم

اے اللہ کے رسول ہم گناہوں کا لا دوا مرض رکھتے ہیں جسکا کوئی علاج نہیں مگر لے

[illegible] کا کرم آپ کے الطاف آپ کی مہربانیاں ہمارے حکیم ہیں ہماری طبیب ہیں۔

بریں نازم کہ ہستم امتِ تو گنہگارم ولیکن خوش نصیبم

مجھے اس بات پر ناز ہے اے اللہ کے رسول ہم آپ کی امت ہیں گنہگار ہیں مگر خوش نصیب ہیں۔

ارشادِ جامی رحمۃ اللہ علیہ

ز مہجوری برآمد جانِ عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم

[illegible] رحم فرمائیے

[illegible] ندارم در جہاں جز تو حبیبم صلی اللہ علیہ وسلم

[illegible] آپ کے سوا کسی کو حبیب نہیں رکھتا۔

مرض دارم ز عصیاں لا دوائے مگر الطاف تو باشد طبیبم

اے اللہ کے رسول ہم گناہوں کا لا دوا مرض رکھتے ہیں جس کا کوئی علاج نہیں مگر لے
سرکار آپ کا کرم آپ کے الطاف آپ کی مہربانیاں ہمارے حکیم ہیں ہماری طبیب ہیں۔

بریں نازم کہ ہستم امت تو گنہگارم ولیکن خوش نصیبم

ہمیں اس بات پر ناز ہے اے اللہ کے رسول ہم آپ کی امت ہیں گنہگار ہیں مگر خوش نصیب ہیں۔